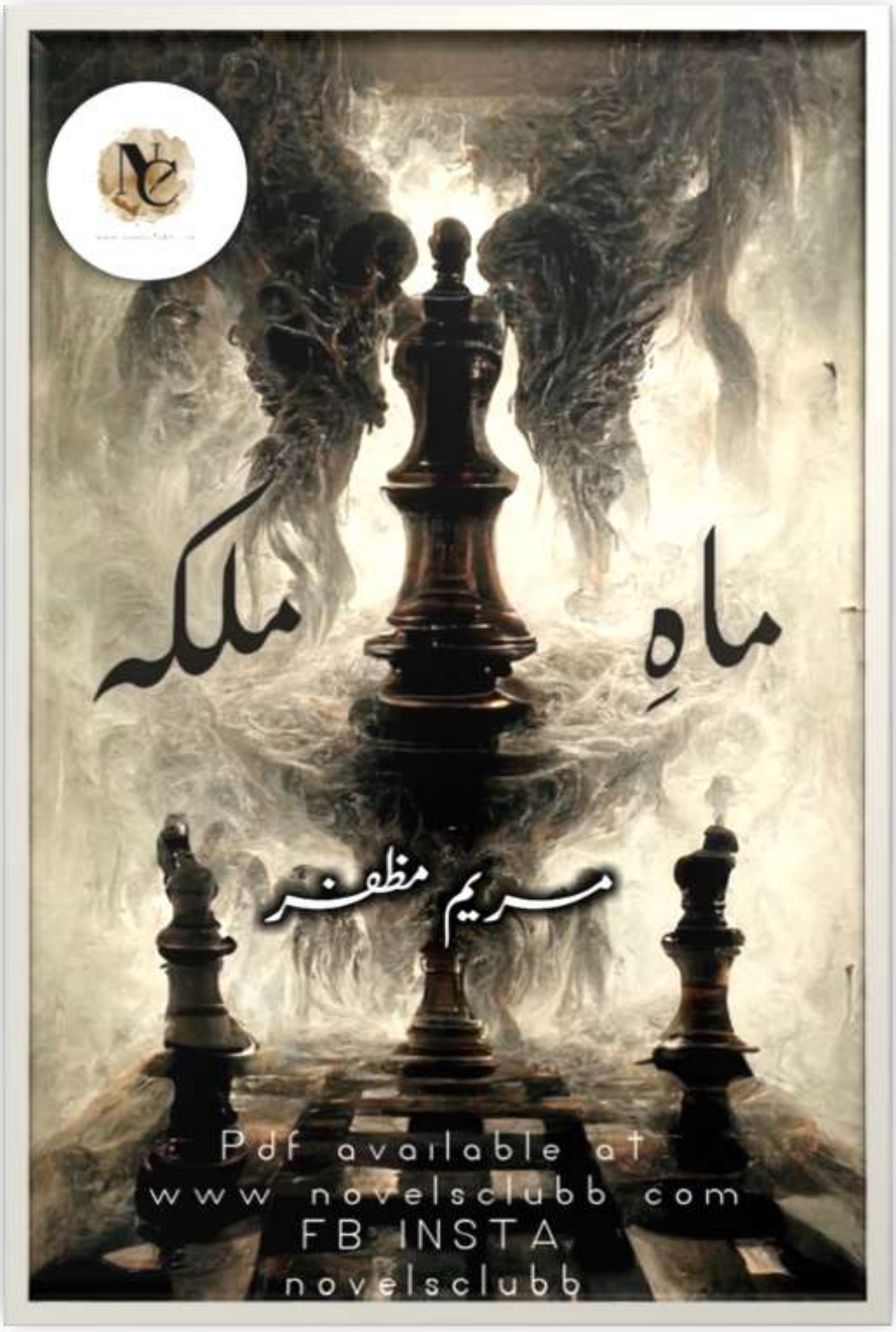
ماہِ ملکہ
مریم مظفر
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

ماہِ ملکہ

از

مریم مظفر

www.novelsclubb.com

انتساب۔۔۔

ماہِ ملکہ میرے لیپ ٹاپ کے نام جس نے گھنٹوں میری ٹائپنگ سپیڈ برداشت کی ہے اور ماہِ ملکہ مہر النساء شاہ میر کے نام جس نے اس سے بھی زیادہ گھنٹے میری کہانی سنی، سمجھی، پڑھی اور نکھاری ہے۔

اِن دونوں کے بغیر یہ سفر شاید کبھی شروع ہی نہ ہوتا۔

www.novelsclubb.com

ماہِ ملکہ

از مریم مظفر

قسط11

www.novelsclubb.com

المیرا کو بازوں سے کھینچتے دور لے جا رہے تھے۔ سارا قلعہ تماشہ دیکھنے کے لیئے جمع تھا مگر جو تماشا بنی تھی وہ چہرہ اٹھائے بس ایک سمت دیکھ رہی تھی۔ فاطر اسلام کو محسوس ہوا یہ شاید آخری مرتبہ ہے جب وہ المیرا کو دیکھے۔ اس احساس نے اسکے اندر عجیب سی مایوسی بھر دی۔

ایک آخری نظر دیکھ لینے میں کوئی کوتاہی تو نہیں۔

وقت کی اس بے بسی کو یہی روکتے ہیں اور کچھ دیر کے لیئے ان احوال کو دہراتے ہیں جو اس موقع کی وجہ تھیں۔

باب ملکہ

"جو بھی فیصلہ ہو میرے بچے کی حفاظت کیجئے گا ملکہ۔"

اس مرد کی سسکی المیرا کو بہت پیچھے لے گئی۔اس تخت اور اسکی ذمہ داری سے آزاد، فطرت کی مکاری اور زبان کی دغا بازی سے دور، وقت کی سختیوں اور کائنات کی پیچیدگیوں سے انجان المیرا عنایت محسن پندرہ سال پیچھے چلی گئی جہاں ایک دس سالہ گول مٹول بچی ہسپتال کی راہداریوں میں چلتے سٹریچر کے ساتھ قدم سے قدم ملا رہی تھی۔

سوگوار لوگوں کا شور، عجلت آمیز اور پر امید خاندانوں کی پکاریں، تنہا کرسیوں پر بیٹھے ہاتھ سے ہاتھ جوڑے انسانوں سے لاپرواہ اس بچی کی کل کائنات صرف سٹریچر پر لیٹے وجود پر آکر ٹھہر گئی تھی۔

اسکی ماں پچھلے ایک سال سے بیمار تھی اور آج صبح اچانک طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ کچن میں کھڑیں بے ہوش ہو گئیں۔ گھر میں اس وقت المیرا اور رافیہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ایک سالہ عقبی اور دس سالہ المیرا کا ہاتھ پکڑے رافیہ نے ہر بڑاہٹ میں ایمبولنس بلائی اور اس وقت وہ سب لوگ ہاسپٹل وارڈ کے باہر موجود تھے۔زاہد اور زاروان سکول تھے، نیرہ شہر سے باہر اور اسکے ابا۔۔۔ان کا فون بند جا رہا تھا۔

المیرا کو وہ مناظر ترتیب سے یاد نہ تھے۔ایک سال کا اسکا بھائی کارٹ میں پڑا رو رہا ہے، المیرا اسے غائب دماغی سے تھپک رہی ہے، پھر وہ زیرِ لب کوئی دعا پڑھتی ہے، اپنی ماں کی سکھائی صبر کی دعا۔سیاہ چادر اوڑھے رافیہ کے اوسان لمحہ بالمحہ ختم ہو رہے تھے مگر محسن حسین نے کال نہ اٹھانے کی قسم کھائی تھی۔اسکے دونوں بھائی گھر آ چکے تھے اور اس وقت کسی پڑوسی کے گھر میں موجود تھے۔ایک

www.novelsclubb.com

خوبصورت سی ڈاکٹر باہر آئیں اور انہوں نے بہت اداسی سے اسکی پھوپھو سے کچھ کہا۔

"ان کی ریسکی پریگننسی ہوئی تھی۔ میں نے ایک سال پہلے بھی کہا تھا کہ ان کی ہر چیز کا احتیاط رکھنا ہے مگر آپ لوگوں کے ناغے اور لاپرواہی کی وجہ سے ان کے بائیں گردے میں نجانے کب سے خون کے ننھے clots بن رہے تھے۔ آپ لوگوں نے اتنی زحمت نہیں کی کے مریض کے ٹیسٹ کروالیں۔" رافیہ نے احتجاج میں صفائی دینی چاہی مگر ڈاکٹر نے بولنا نہیں روکا۔ "ان کا بلڈ لوس ہو رہا ہے۔ immune cells کی مقدار ابنارملی کم ہے۔ جسم کا درجہ حرارت بے انتہا تیز ہے۔" المیرا کے دس سالہ دماغ کو بس ایک جملہ سمجھ آیا۔

"اگر خون نہ ملا تو ان کی کچھ گھنٹوں میں موت بھی ہو سکتی ہے۔" موت کے لفظ پر آکر اسکی دنیا رک گئی۔ ہسپتال کے اس کمرے کے پار اسکی ماں بے ہوش لیٹی تھی۔

اسکے باپ نے بال آخر آدھے گھنٹے بعد خود ہی کال کر لی جب انہیں گھر جانے پر وہاں کوئی نہ دکھا۔حسنہ کی حالت تفصیل سے سننے کے بعد اب وہ ہاسپٹل آ رہے تھے۔ان کے پیچھے زاہد تھا جس کی آنکھوں سے آنسوؤں نے تھمنے کا نام نہ لیا۔

منظر جیسے کسی فوٹو فلم کی ہر کلک کے ساتھ بدل رہا ہو۔

محسن خاموشی سے ڈاکٹر کے شکوے اور ہدایات سن رہے تھے۔

زاہد کو رافیہ چپ کروا رہی تھی۔

اسکا بھائی خاموشی سے اپنی کارٹ میں سویا تھا۔

ہلکے بھورے بالوں والی لڑکی کسی تماشائی کی طرح اپنے خاندان کو دیکھ رہی تھی۔

آخری منزل سب سے دردناک اور مختصر تھی۔

نرس نے المیرا اور محسن کو آکر حسنہ کا پیغام دیا کے وہ ملنا چاہتی ہے۔ہاسپٹل کے لباس میں لیٹی اسکی ماں آہستگی سے اسکے ہر نقش کو اپنے ہاتھوں کے لمس سے چوم رہی تھی۔آنکھیں نم تھیں مگر لب مسکرا رہے تھے۔

"میری بیٹی کا خیال رکھیئے گا محسن۔"اسکے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے حسنہ نے پیچھے کھڑے اپنے شوہر سے درخواست کی،ان کی آخری خواہش۔جب نرس نے اسے باہر جانے کا اور زاہد اور عقبی کو اندر آنے کا کہا المیرا نے رکنے کا واویلا نہیں کیا اور نہ ہی روئی۔بمشکل دس سیکینڈ ہی گزرے تھے زاہد کی چیختی آواز پر نرس اندر کو بھاگی۔

www.novelsclubb.com

درست وقت پر خون کا بندوبست نہ ہونے پر اسکی صابر ماں کے ہاتھ سے زندگی کی ڈور ٹوٹ گئی۔

زاروان محسن واقعی بدنصیب تھا جسے ماں کو آخری بار ماں کو سننا موصول نہیں ہوا۔

★

حجرے کا دروازہ کھولتے المیرا جمائی روکتے اندر آئی۔

"ملکہ ہونا بھی کتنا مشکل ہے۔" ڈرمائی دہائی دیتے وہ بستر پر پیٹھ کے بل آ گری۔ گل نے بولنے کے لیئے لب وا کیئے ہی تھے جب کسی کے بھاری قدموں پر دونوں نے دروازے کی جانب دیکھا۔ یک دم وہ کھلا اور فاطر اسلام کمرے میں نمودار ہوا۔ اس فاطر سے بلکل مختلف جسے المیرا کچھ دیر پہلے چھوڑ کر آئی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟" آنے والے کے جملے نے المیرا کے اندر تک کرواہٹ گھول دی۔ آنکھیں گھماتے اس نے بکتے جھکتے مرد کو نظر انداز کیا اور کمرے میں رکھے لذیذ کھانے کی طرف بڑھی۔

"فاطر سر آہستہ کوئی آ جائے گا۔"

"خاموش رہو مجھے تمہاری ملکہ سے بات کرنی ہے۔" گل کے سارے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔ المیرا کو ملکہ مانتی ہے اسکی جوتی۔

''تم کتنی بے رحم ہو المیرا۔ایک کم سن بچے کو اسکی ماں سے جدا کون کرتا ہے۔''

''یہاں کے اصول ہیں.....جو گستاخی کرے گا سزا بھگتے گا۔''چھری کی نوک سے اپنی پسند کے میٹھے کو چنتی المیرا کا لہجہ بے پرواہ تھا۔

''کس نے بنائے یہ اصول؟''مٹھیاں بھینچے وہ کچھ قریب آکر کھڑا ہوا تب تک المیرا کھیر کی پیالی اٹھا چکی تھی۔

''فاطر اسلام نامی ایک آدمی نے تو بلکل نہیں۔''اسکی مغرور ہنسی نے فاطر کے اندر بھڑکتی آگ کو شعلہ دیا۔تیزی سے قدم اٹھاتے وہ اس تک آیا۔

''المیرا تم۔۔''

''المیرا نہیں ملکہ،مجھے میرے خطاب سے مخاطب کرو۔''ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے تنبیہہ کی۔فاطر کے قدم تھم گئے۔یہ انداز،یہ روپ،یہ ادا اس سب میں شر اور سنگ دلی تھی۔المیرا عنایت محسن طاقت کے خمر میں سر تا پیر ڈوب چکی تھی۔اب

www.novelsclubb.com

نہ اسے انسان کی پہچان رہی اور نہ حیوان میں فرق۔ منزل اب صرف طاقت، دولت اور خودی تک جاتا تھا۔

"تم ظلم کر رہی ہو۔" کمال ضبط تھا اسکے لہجے میں، جسم ہلکا ہلکا لرزنے لگا۔ گل دروازے سے لگ کر کھڑی رہی۔

المیرا نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی اور پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔ "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم تو عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔"

"مگر میں انسانی جان کی قدر کرتا ہوں اور وہ معصوم تھیں۔" اونچی آواز میں دلیل دی۔

www.novelsclubb.com

"انہوں نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی ہے اور جو یہاں سے فرار ہو گا وہ زندگی کے قابل بھی نہیں۔" یک دم اپنی چمچ میز پر پٹختے وہ آگے ہوئی۔ شیشے اور لوہے کی ٹکرانی کی آواز پر گل جان نے کان ڈھک لیئے۔

فاطر دو قدم چل کر عین اسکے سامنے کھڑا ہوا۔وہ سر اٹھا کر اپنے خادم کو دیکھ رہی تھی۔"تم ملکہ نہیں ہو۔تم ایک فراڈ ہو۔جھوٹی،دھوکہ باز،مکار،مفاد پرست۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تم اتنی بری بھی نہیں.....تم بری نہیں المیرا،تم بدترین ہو۔" یہاں اس عورت کی برداشت کی حد ہوئی۔

یک دم اسکا ہاتھ فاصلے پر موجود تیز دھار چاقو تک بڑھا اور اگلے ہی لمحے وہ چاقو فاطر اسلام کی گردن پر تانے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے کھڑی تھی۔گل جان بھاگ کر ان دونوں کو چھروانے آئی جب المیرا نے چاقو پر گرفت مضبوط کر دی۔ چاقو کا ٹھنڈا لوہا فاطر کی جلد سے ٹکرایا۔اسے موت کی پرواہ نہیں تھی۔اسے یہ بھی خوف نہیں تھا کہ ایک عورت اسکی شہ رگ پر چھری رکھے ہے۔

متنفر اور اداس امبر آنکھیں المیرا کے سرخ ہوئے چہرے پر جھکی تھیں۔

www.novelsclubb.com

''میں نے تمہیں بہت ڈھیل دے رکھی ہے تبھی تم ایک حکمران سے بات کرنے کے انداز واداب ہمیشہ بھول جاتے ہو۔''فاطر کے جبڑے مایوسی اور ناامیدی سے کھنچے رہیں۔

''میں اپنے کیئے پر حق بجانب ہوں۔ان عورتوں نے ایک نا ایک طریقے سے جانا اس تہ خانے میں ہی تھا۔میں نے تو بس ان کے ذریعے ہمارے راستے ہموار کیئے ہیں۔''اپنی وضاحت دیتے اسکی آنکھوں میں بے یقین سی خوشی تھی۔یوں جیسے خمر کے دیوانے کو ویرانے میں ایک بوند نشہ مل گیا ہو۔

''اور جہاں تک بات ہے اس بچے کی تو وہ بھی میں نے ہمارے لیئے کیا ہے۔''نوک کی مدد سے فاطر کا چہرہ مزید کچھ اوپر کیا۔شاید یونہی وہ ادب سے دیکھ لے مگر اسکی یخ بستہ اور بے باک نگاہوں میں المیر اکا رعب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا۔''تم اس بچے کے ساتھ اتنے مہربان ہو رہے تھے۔اگر وہ کچھ دیر اپنے ماں باپ کے

ساتھ رہتا تو یقیناً وبا اسے بھی نگل لیتی۔ میں نے تو جان بچائی ہے اسکی۔" ملکہ کی وضاحت میں خوف اور گھبراہٹ تھی، کچھ کھو دینا کا خوف۔

فاطر کو اس پر ترس بھی آیا اور اس سے گھن بھی محسوس ہوئی۔ ہونٹ کا کنارا اٹھاتے وہ طنزاً مسکرایا۔ "ایسی عورت سے کیا بحث کروں جو سچائی اور فریب کے بھنور میں خود ہی قید ہے۔" المیرا نے الجھ کر اسے دیکھا مگر اس سے پہلے کے وہ بولنے کو لب وا کرتی۔ اس سے ایک فٹ اونچا مرد دو قدم پیچھے ہوا اور الٹھے ہاتھ کی مدد سے چاقو اپنی شہ رگ سے دور اچھالا۔ لوہے کی نوکیلی چھری کمرے کے ایک کونے میں جا گری۔

www.novelsclubb.com

"یاد ہے جب تم نے ہم سے وعدہ لیا تھا تو میں نے اس وقت کیا کہا تھا۔" زیتون اور سرسوں رنگ کے لباس والی عورت کی بھنویں الجھ کر قریب آئیں۔ فاطر قدم پیچھے کی طرف اٹھا رہا تھا۔

''جس دن تم انسانیت کی پٹڑی سے اتری اس دن ہمارے اور اپنے راستے جدا سمجھنا۔''المیرا عنایت محسن کی آنکھیں پل بھر میں وا ہوئیں۔یوں جیسے کسی نے اسکے روشن چہرے پر کھولتا ہوا سیاہ رنگ انڈیل دیا ہو۔

''اور جو ابا تم نے کیا کہا تھا۔''گل جان دل کے مقام پر ہاتھ رکھے دل ہی دل میں دعائیں دہرا رہی تھی۔''یہ تمہارا کسی عورت کے ساتھ پہلا معاہدہ ہے نا؟ بے فکر رہو، ہم عورتیں تمہاری طرح جلد باز فیصلے نہیں لیتیں۔''المیرا کو بے اختیار اس دن کہیں اپنی بات یاد آئی تو لگا ساری دنیا اس پر ہنس رہی ہے۔حقیقت میں فاطر اس پر قہقہ لگا رہا تھا اور اسکے خود کے ذہن میں بے ہنگم آوازوں کا جھگڑا تھا۔

''تمہیں تمہارا تخت مبارک، مجھے میری انسانیت۔''دروازے کی طرف پلٹتے اس نے ایک آخری مایوس نگاہ المیرا پر ڈالی۔''خیر آباد، ملکہ۔''المیرا کے کمرے کا دروازہ کھلا اور فاطر کے دل کا دروازہ بند ہو گیا۔المیرا محسوس کر سکتی تھی کہ اس

کے پاؤں کھڑے ہونے کی صلاحیت کھو رہیں ہیں۔اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا لیکن وہ اسے پکار نہیں پائی۔

وہ فاطر کو روکنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔یہ اسے یقین تھا لیکن حلق سے آواز ایک بھی نہیں نکلی۔

وہ چلا گیا،اپنے پیچھے یہ اعلان سنائے کہ اب ان کے راستے جدا ہیں۔

وہ چلا گیا اور المیرا تنہا رہ گئی۔

وہ چلا گیا اور صرف خاموشی باقی رہی۔

"گل تم سے ناراض ہے وہ تمہاری مدد نہیں کرے گی۔دبیر کو تو رہنے ہی دو وہ تو ویسے بھی تمہارے کسی کام کا نہیں۔تمہاری صرف یہاں میں سن رہا تھا۔ہمیں یہاں سے تم نکال سکتی ہو اور تمہارے یہاں رہنے کے لیئے ہماری موجودگی ضروری ہے۔"

قرابت سے موجودگی ختم ہوئی تو المیرا کو ان جملوں کا اندازہ ہوا۔اسے وہاں رہنے کے لیئے نہیں اسے وہاں جینے کے لیئے فاطر اسلام کی ضرورت تھی۔

دھیرے دھیرے بیٹھتے وہ ابھی بھی کائنات کو خود پر ہنستے سن سکتی تھی۔

"تم نے کیا کر دیا المیرا۔"کمرے کے کونے میں کھڑی گل کی آنکھیں اور لہجہ نم تھا۔المیرا کا چہرہ بالوں میں چھپا رہا۔

"تمہیں بھی میں ظالم لگتی ہوں؟"گل جان نے اسکے جھکے سر کو دیکھتے اپنے لرزتے ہونٹوں کو سختی سے ملایا۔آنسوؤں کا گولا نگلتے اس نے گہری سانس خارج کی۔اب اسکے چہرے پر بس سختی اور المیرا کے لیئے کراہت تھی۔

"فاطر سر نے تمہیں موقع دیا تھا۔تم نے وہ موقع خود گنوایا ہے۔"المیرا نے آہستہ سے چہرہ اسکی طرف پھیرا۔اسکی آنکھوں میں حیرانگی کے گہرے سائے تھے۔

"تم....ایک عورت ہو کر کیسے کسی مرد کو دوسری عورت پر فوقیت دے سکتی ہو۔ تم جیسی لڑکیوں کو بس مردوں کی آٹینشن چاہیئے۔ان کے قدموں میں بچھی جاتی ہو۔ اتنی ہمت نہیں ہوتی کے ان کو غلط کہہ سکو۔" گل نے مایوسی سے گردن دائیں بائیں ہلائی۔المیرا نے منہ سے ذہر اگلنا نہ روکا۔

"اور فاطر جیسا مرد....وہ تمہیں ایک نظر بھر کر دیکھے گا بھی نہیں۔اس خود پسند آدمی کے پیچھے تم مجھے ملزم ٹھہرا رہی ہو۔ تم لوگوں کے لیئے میں نے کیا کیا نہیں کیا اور جواباً مجھے کیا ملا؟لعنت، ملامت، نفرت۔" گل جان گہرے سانس لیتی زبان دانتوں تلے دبا رہی تھی۔بے اختیار وہ رات یاد آئی جب المیرا نے ان تینوں کو وہاں قید کیا تھا۔

"کوئی کشتی نہیں ملے گی فاطر اسلام مرمت کے لیئے گئیں ہیں ساری۔اگر تم لوگ مجھے اپنے پلین کا حصہ بنا لیتے تو شاید اب تک بھاگ بھی چکے ہوتے۔"

مگر وہ المیرا کو جواب نہیں دے گی۔ بکھری حالت میں بیٹھی ملکہ اب اٹھ کر اسکے سامنے آ رکی۔

"سچ ہضم نہیں ہو رہا نا۔ میں ان مردوں کی خوبیوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میری بات مانو فاطر کی طرف داری مت کرو۔ میرا ساتھ دو، میں تمہیں یہاں سے نکال لونگی۔ تم میری دوست نہیں کیا؟" گل جان کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیئے اس پر نجانے کون سی وحشت چھائی تھی۔ مسکراتی لالچی نگاہوں سے وہ ملکہ ماہ نہیں ملکہ بد لگی۔

"وہ میری بہن ہے میں اس پر گواپ نہیں کرونگی جس طرح آپ نے اپنے باپ پر نہیں کیا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں فاطر اسلام تمہاری مدد کرونگا۔ تم اپنی بہن کے لیئے یہ سب کرو اور میں اپنے باپ کے سکھائے اصولوں کے لیئے۔"

وہ اس عورت کو یہ کیسے سمجھائے کہ فاطر اسلام ہی وہ پہلا انسان تھا جو اس کی عجیب سی منطق پر یقین لایا اور مدد کی ہامی بھی بھری۔

"برداشت کیسے کرتے ہو اسے؟" گل کو اس کی دماغی حالت پر خدشہ ہوا۔

"جیسے یاسمین تم لوگوں کو کرتی تھی۔ یاسمین ہی نام ہے نا تمہاری بھاگی ہوئی بہن کا؟"

اور یہ بھی کیسے یاد دلائے کے المیرا ہماری پہلی ملاقات میں ہی تم نے میرے اعتماد کی دھجیاں ادھیڑ دی تھیں۔

گل نے اسے دور دھکیلا مگر المیرا نے بولنا نہ روکا۔ "میں تمہاری خیر خواہ ہوں گولڈن گرل۔ فاطر نے مجھ پر جھوٹا الزام لگا کر مجھے جیل بھیجا تھا تو وہ تمہارے ساتھ کیا نہیں کرے گا۔ (گل کو دور جاتا دیکھتے اسکے لہجے میں طیش آیا) تم اس narcacisst کے لیئے مجھے چھوڑ رہی ہو۔"

"وہ narcacisst نہیں المیرا تم ہو۔" گل جان کا جبر ختم ہوا۔ المیرا عنایت محسن اپنی دوست کی چیخ سے سکتہ میں چلے گئی۔ گل جان کا وجود راز اور سچ کا بوجھ اٹھائے تھک چکا تھا۔ "تمہیں ابھی بھی اپنی حالت سمجھ نہیں آئی۔" تیز ڈگ بھرتے وہ اس لالچی بت کے قریب رکی۔ "ہر شے میں مظلوم بننے کا شوق تمہیں ہے۔"

کبھی کیفے ٹیریا میں زبور کو دیکھتے جملہ جیسے کہ "بڑے دھوکے ہیں اس راہ میں" یا "منافق دوست سے دشمن اچھا" باآوازِ بلند کہتی تو کبھی اسے دیکھتی آنکھیں مٹکاتی اور لوگوں کو اس کی جانب متوجہ کرتی۔ یہ بات وہ یکسر فراموش کر چکی تھی کہ غلط کام تو وہ کر رہی تھی۔ زبور نے تو اپنی جان چھڑوائی ہے مگر مسئلہ ہی تو سارا یہ تھا۔ اس وقت کی المیرا اپنی غلطیوں پر کبوتر بن جاتی تھی۔

آج کی المیرا ابھی ویسی ہی تھی۔

"تم چاہتی ہو ہر محفل میں توجہ تم ہو، ہر نگاہ بس تم تک ہی رہے۔"

"گل میں نے اپنے ایک نیوز میں کام کرنے والے دوست سے باتوں باتوں میں کل ہونے والے سانحہ کا پوچھا ہے۔اندازے کے مطابق اسکو کہیں رپورٹ نہیں کیا گیا۔"المیرا کو مکمل نظر انداز کرتے اسکی ساری توجہ گل پر تھی۔ بمپل بی تلملا ہی تو گئی تھی۔آنکھوں سے نکلتے شراروں میں اضافہ ہوا۔

"کوئی کامیاب یا مکمل شخص دیکھ کر تمہیں ہر طرح سے اس سے مقابلہ کرتی ہو۔"

المیرا کو پہلی مرتبہ کسی اور عورت کی موجودگی میں اپنا آپ چھوٹا محسوس ہوا۔کامل میں کشش تھی، کامل کے پاس ادا تھی اور سب سے بھر کر کامل اسی دنیا کی باسی تھی اس کی طرح ایک بہروپیا نہیں۔

"دوسروں کو استعمال کر کے تم ملزم ان کی انسانیت کو ٹھہراتی ہو۔"

"بلاک کے ہند سے تک انگوٹھا گیا۔پانی کے قطرے اسکے ہاتھ نم کر رہے تھے۔ تم ایک بہت اچھی دوست تھی، اللہ تمہیں عقل دے۔ مگر میں اپنے ابا کی بیٹی ہوں

اور وہ کہتے تھے۔۔۔۔ ”نمبر ڈلیٹ کرتے سر اٹھا کر شفاف آسمان کو دیکھا۔

”مواقع پیدا کیئے بغیر جینے سے موت بہتر ہے۔“

”دوسروں کو نیچا دکھا کر تمہاری انا کو سکون ملتا ہے۔“

ماہ نگار یک دم کھڑی ہوئی۔المیرا کا مقصد پورا ہوا۔اسکی بہن ماہ نگار سے ماہ انگارہ بن گئی۔

وہ بے وقوف اور بے ضرر دکھنے والی لڑکی اپنے اندر چھپائے مشاہدے سے المیرا کے چاروں شانے چت کر گئی۔

”خود کی شان میں زمین آسمان ایک تم کرتی ہو فاطر سر نہیں تمہیں لگتا ہے یہ عادتیں تمہیں ممتاز یا سب کا پسندیدہ بنائیں گیں (اسکا لہجہ حقیر ہوا) سب کو تم ذہر لگتی ہو۔روئے انسانیت میں کوئی ایک ایسا نہیں جو سچے دل سے تمہارا ساتھ چاہتا ہو۔سب کو.....المیرا عنایت محسن سے نفرت ہے کیونکہ وہ عورت ایک خود پسند

مکار ہے جسے اکیلا رہ جانے کا خوف پل پل ستاتا ہے۔"المیرا پلک تک نہ چھپک سکی۔ آج نہ تو وہ مسکرا رہی تھی اور نہ ہی گل جان پر غصہ تھی۔

پیچھے کی طرف بڑھتے اس کی حفاظت کار کے ہونٹ کنارے سے اٹھے۔"خود کی کوئی پہچان بناؤ تاکہ تمہیں دوسروں کے ہونے یا نہ ہونے سے خود کی موجودگی محسوس نہ کروانی پڑے۔ سہاروں سے آزاد ہو جاؤ المیرا، شاید تم کسی کی پسندیدہ بن ہی جاؤ۔"اسکی زبان سے ادا ہوئے آخری جملے کی گونج المیرا کے ہمراہ رہی۔ گل خود تو کمرہ چھوڑ کر چلی گئی مگر اسکا دکھایا آئینہ پیچھے ہی رہ گیا۔ قدم قدم اٹھاتی ملکہ اب بھی بے جان تھی۔ اس نے آج جو گوایا ہے اسکے ماتم کے لیئے کچھ وقت تو ضروری تھا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب خادم

اور میں.....میرا کیا ہے؟

ملکہ کے آگے سر خم ہوں میں

ملکہ کے کمرے سے نکلتے اس کے قدم تیز اور جارحانہ تھے۔آنکھیں کناروں سے سرخ اور غصہ کی سختی کی وجہ سے ہونٹ بھنچے ہوئے۔فلحال فاطر اسلام کو وہ بچہ ڈھونڈنا تھا۔وجہ نامعلوم تھی مگر ضمیر کی آواز کے آگے اسے یہ بات غیر اہم لگی۔ اپنی سمجھ اور معلومات کے حساب سے وہ دوسری منزل پر موجود طبیب کے کمرے

کی طرف بڑھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ہی اسے رکنا پڑا۔ سفید بھورے کافتان لباس اور نگینوں میں سجی ماہِ کامل سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔ لب ایک مسرور مسکان میں ڈھلے تھے۔

فاطر سر جھٹکتا اسے نظر انداز کرتے آگے بڑھنے لگا جب وہ اسکے راستے کے درمیان دیوار بن کر حائل ہو گئی۔

"کیا سوچا ہے پھر اپنے فرار کے متعلق؟" نہایت صبر آزما مرحلہ تھا مگر فاطر نے پھر بھی ایک زبردست گھوری سے کامل کو نوازا۔ گردن دائیں بائیں ہلاتے جیسے اسکی عقل پر ماتم کیا اور پھر اسے الٹے ہاتھ کی مدد سے راستے سے ہٹاتے آگے بڑھ گیا۔ ماہِ کامل یونہی مسکراتے ہوئے اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔ جیسے مداری اپنے کھیل کو کامیاب ہوتا دیکھ رہا ہو۔

طبیب کا کمرہ زیادہ دور نہیں تھا، اور اس کے حساب کتاب بھی غلط نہ تھے۔

کم سن بچہ لکڑی کے پٹ پر بیٹھا ہاتھ پاؤں مارتے بلک رہا تھا۔ کمرہ خالی تھا اور اس بچے کے وجود کو ایک کپڑے نے ڈھانپ رکھا تھا۔

فاطر کے اندر چھپی ممتا کا سمندر ٹھاٹے مارنے لگا۔ بھاگ کر آتے اس نے بچے کے گرد پہلے کپڑا درست کیا اور پھر اسے پچکارتے اپنے سینے سے لگایا۔ دروازے سے پشت کیئے وہ اس بچہ کو بہلا رہا تھا جب یک دم اندر آنے والے ایک مرد نے اسے دیکھتے واویلا مچا دیا۔

''چھوڑو اسے۔ کیا کر رہے ہو تم یہاں؟'' دبلا پتلا فاطر کے قد جتنا وہ لڑکا اب اس بچے کو خادم کی گرفت سے آزاد کر چکا تھا۔ ادھر فاطر کی گرم آغوش اس سے چھوٹی، ادھر اس بچے کا رونا دوبارہ شروع ہو گیا۔

''اے رو کیوں رہا ہے؟'' ناپسندیدگی سے اس لڑکے نے دوبارہ بچے کو اس لکڑی پر بٹھا دیا۔

''کیا کر رہے ہو وہ بچہ ہے۔'' فاطر نے اس طبیب کو پیچھے دھکیلا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''مجھے میرا کام مت سکھاؤ۔''جواباً اس لڑکے نے بیزاری سے فاطر کے ہاتھ ہٹائے۔''جاؤ یہاں سے۔اگر ملکہ نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو میری جان خلاصی کر دیں گیں۔''ملکہ کے ظلم کا بہانہ سنتے فاطر کا غصہ دوبارہ آسمان چڑھ گیا۔خود پر قابو پاتے اس نے کچھ گہری سانسیں لیں اور کمرے کے دوسرے کونے میں رکھی کرسی کے کنارے پر سج گیا۔

'' اس بچے کو کچھ کھلایا پلایا ہے؟''وہ بچہ اب باقاعدہ اپنا انگھوٹا منہ میں ڈالے سر پر کھڑے بیزار آدمی کو دیکھ رہا تھا۔

''قیدی کی اولاد ہے قیادت کا جانشین نہیں جو خاطر تواضع بھی کروں۔''اس لڑکے کی آواز میں طنز اور ناپسندیگی فاطر کو لمحہ بالمحہ سلگا رہی تھی۔

''وہ ایک انسان پہلے ہے۔''

''قید انسان۔''طبیب نے اسکی تصحیح کی اور پھر پلٹتے الماری میں رکھی دوائیں نکالنے لگا۔

فاطر پر امید ہوئے اسکے کندھے پر سے جھانکنے لگا۔ مگر اسکی ساری امید جھاگ کی طرح بیٹھ گئی جب اس آدمی نے اپنے لیئے کوئی دوائی نکالی۔ وہ واقعی اس بچے کو بھوک سے مارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ چہرہ پھیر کر ان دو روشن معصوم آنکھوں میں دیکھا جو بڑی آس سے فاطر کو دیکھتے بھوک اور ٹھنڈ کی شدت سے نم تھیں۔

بھورے بالوں والے مرد کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر ایک لحظے کے لیئے بند کر دیا۔

"تم کتنے بے رحم ہو۔ ایک کم سن بچے کو بھوکا پیاسا تو کوئی حیوان بھی نہ رکھے۔" ایسے ہی ملتے جلتے الفاظ کچھ دیر پہلے وہ ایک عورت سے کہہ کر آیا تھا۔

"اگر اتنی ہی فکر ہو رہی ہے تو جاؤ جا کر ملکہ سے کہو تمہیں طبیب بنا دیں۔" بس ہاتھ باندھنے کی کسر رہ گئی تھی ورنہ اس آدمی کا انداز تو ذمہ داری کو سر سے اتارنے والا ہی تھا۔ خادم کے کپڑوں میں ملبوس آدمی مبہم لمحات تک کرسی کے کنارے پر بیٹھا سوچتا رہا کہ پہلے کس کو قتل کرنا ہے۔ اِس مرد کو یا اُس عورت کو لیکن ایک

بات حقیقی تھی۔یہاں کسی کے سینے میں دل موجود نہیں.....نہ ہی مردوں کے پاس،اور یقینی طور پر نہ ہی خواتین میں۔

ایک آخری نظر اس بچے پر ڈالتے فاطر اپنا فیصلہ کر چکا تھا۔اپنی جگہ سے اٹھتے وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔اسکے جاتے ہی وہ بچہ سسکنے لگا جسے وہ طبیب اب چیخ کر چپ ہونے کا کہہ رہا تھا۔

فاطر اسلام ابھی دو قدم ہی آگے بڑھا تھا جب اسے کسی کی پکار سنائی دی۔

الجھ کر اپنے دائیں بائیں دیکھا جب نظر ٹھٹک کر رکی۔کچھ قدم کے فاصلے پر ایک کمرے کا دروازہ آدھا وا تھا۔اندر اندھیرا تھا مگر اس دروازے کی اوٹ سے کسی کا آدھا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

اوٹ سے نظر آتی ایک آنکھ فاطر کو ہی دیکھ رہی تھی۔اس نے ایک مرتبہ مزید دائیں بائیں چہرہ ہلایا جب پکارنے کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

اس بار اسے یقین تھا آواز اس اندھیرے کمرے سے آئی ہے۔دروازہ کچھ مزید کھولا گیا اور اسکے پیچھے سے ایک نہایت کمزور اور نحیف سے وجود نے سر نکالا۔ہاتھ کی مدد سے اس عورت نے فاطر کو خود کی طرف بلایا۔

نا سمجھی تھی مگر تجسس بھی تھا۔قریب آنے پر اسے اندازہ ہوا وہ عورت اتنی بوڑھی نہیں۔تقریباً پنتیس چھتیس سال کی ہو گی جبکہ اسکے بالوں اور جلد کا رنگ مکمل طور پر بجھا ہوا تھا۔گالوں کی ہڈیاں اور سوکھے ہونٹ مشقت کی روداد سنانے لگے۔سامنے رکتے اس نے پہلے اطراف میں نگاہ دوڑائی۔خوف و حراس کو پسِ پشت دکھیلتے وہ پلٹی اور بانس سے بنا گول ڈبہ فاطر کی طرف بڑھایا۔اسکے ہاتھوں میں لرزش تھی اور آنکھوں میں بے رونقی۔

فاطر نے محتاط نگاہیں اس کے چہرے پر ڈالیں ہاتھ آگے نہیں بڑھایا۔

"اس میں جمین کے کپڑے اور کچھ ضروری سامان ہے۔"فاطر کی بھنویں آنکھوں سے آ لگیں۔

''جمین وہ بچہ۔وہ جس کے ماں باپ کو قید کر دیا ہے۔''ساری بات سمجھ آتے اس کے لب ہلکے سے گول ہوئے۔

''یہ لوگ اس بچے کو مرنے کے لیئے چھوڑ دیں گیں۔میں نے دیکھا تھا تم نے کیسے روتے ہوئے جمین کو چپ کروایا۔''ڈبے پر ہاتھ رکھتے اس نے فاطر کے قریب کیا۔''تم بہادر ہو، تم اسکا خیال رکھ لوگے۔''خادم کی بھوری سنہری نگاہوں میں شک واضح تھا۔ایک نظر ڈبے کو دیکھا اور پھر دوسری اس عورت کو۔

''تم یہ کیوں کر رہی ہو؟ معلوم ہے نا اگر کسی قیدی کی مدد کرو گی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔''اس عورت نے ہاں میں گردن ہلائی۔

''جانتی ہوں، جانتی ہوں۔مگر میں ویسے بھی مرنے لگی ہوں۔اگر مرنے سے پہلے کسی کی اولاد پر سایہ کر جاؤنگی تو شاید موت مجھ پر تھوڑی مہربان ہو جائے۔''کھانستے ہوئے اس عورت نے اپنی چادر درست کی۔

اسکی حالت قابلِ ترس تھی۔فاطر نے چار و ناچار ڈبہ تھام لیا۔بانس سے ہی بنا اس کا ڈھکن اٹھاتے اندر دیکھا تو کچھ کپڑوں سمیت تین چار لکڑی اور بانس کے کھولنے بھی رکھے تھے۔

وہ ناچاہتے بھی ہلکا سا مسکرا گیا۔

"مرحبا۔"اس کے الفاظ بیچ زبان پر ہی رہ گئے۔جب سر اٹھایا تو سامنے کوئی بھی نہیں تھا۔کمرے کا دروازہ مکمل کھلا تھا مگر اندر اندھیرا اور ایک اعصاب کو بھاری کرتی بدبو تھی۔ناک پر ہاتھ رکھے وہ پلٹنے لگا۔سب عورتوں میں نہ صحیح یہاں کچھ کے پاس خود ترس دل تھا۔دھاڑی میں چھپے اسکے ہونٹ مسکرا رہے تھے جو یک لخت ہی سامنے کھڑے وجود کو دیکھتے بجھ گئے۔ناپسندیدگی سے آنکھیں گھمائیں۔

رانی کامل نے پہلے اسکے ہاتھ میں وہ اشیاء دیکھیں اور پھر متاثر ہوتے اسکا چہرہ دیکھا۔

"المیرا کے فیصلے کے خلاف جا رہے ہو۔"پشت پر ہاتھ باندھتے اس نے سر اٹھایا۔"جانتے بھی ہو غداری کی سزا کیا ہے؟"

''وہی جو تمہیں نہیں دی گئی۔''کامل کے متاثر کن تاثرات خوش کن حیرت میں بدلے۔

''تو کیا تم سزا لے کر عبرت کا نشان بننا چاہتے ہو۔''فاطر نے ایک بیزار ہنکار بھری۔

''میرا وقت ضائع مت کرو۔''کہتے ساتھ وہ سیڑھیوں کے لیئے بڑھ گیا۔وہ المیرا سے التجا نہیں کرے گا وہ تمام امراء کے سامنے اپنا فیصلہ سنائے گا۔

''المیرا تم سے کبھی دستبرداری نہیں دے گی۔''اس کے قدم اینٹوں والی سیڑھیوں پر جم گئے۔وہ بظاہر تصور کر سکتا تھا کہ المیرا اس کے فیصلے کی تردید کر رہی ہے،بس یہ تصور ہی فاطر کے اندر بھڑکتی نفرت کی آگ کو سلگا گیا۔

اسی انداز میں کھڑے،بغیر کامل کو دیکھے اس نے اپنے آخری الفاظ کہے۔آواز برف کی طرح ٹھنڈی لیکن اس کا اثر پتھر جیسا سخت تھا۔

''اسکے فیصلے کی پرواہ وہ کریں جو اسے ملکہ مانتے ہیں۔ میرے لیئے وہ انسان کی صف میں بھی شمار نہیں ہوتی۔'' فاطر کو بے اختیار وہ مناظر یاد آئیں جس میں اسے المیرا اجنبی لگی۔ وہ درست تھا، اسکے اور اس عورت کے درمیاں دوزخیں تھیں جن سے رخ پہلے اس نے پھیرا تھا۔

ماہِ کامل خاموشی سے اسے دور جاتا دیکھنے لگی۔ اسکے انداز میں سکون تھا، مستقبل کا علم جسے ہو وہ پھر یونہی پر سکون رہتے ہیں۔

★

جمین کا سامان کمرے میں رکھتے وہ جانتا تھا اس وقت ملکہ صاحبہ کہاں اور کن حالات میں ہونگیں۔ قدم خود بخود روشن ہال کمرے کی طرف رواں تھے۔ لکڑی کے دروازے کے سامنے رکتے اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور پھر انگلیوں کی مدد سے دستک دی۔ اندر المیرا یقیناً اپنی کابینا کو جواب دینے میں مصروف ہو گی۔ آخر کو وہ کام ہمیشہ اُن کے فیصلوں کے خلاف جو کرتی تھی۔

اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔اندر سے آنے والی ملکہ کی اجازت پر وہ دروازہ کھولتا کمرے میں داخل ہوا۔ حبس، گھٹن، تپش اور اس سمیت وہاں موجود تمام افراد کی سرد نگاہوں میں فاطر اسلام اب پشت پر ہاتھ باندھے ہال کمرے کے بیچوں بیچ کھڑا تھا۔المیرا اس کے سامنے مگر فاصلے پر اپنے تخت پر تھی۔

"جی خادم۔"اسے بولنے کی اجازت ملکہ کے بائیں ہاتھ پر موجود ادوب نے دی۔ المیرا گال پر ہتھیلی ٹکائے اسے بہت فرصت اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔جو بے سکونی کی آگ اسے واپس آتا دیکھ کر اندر جلی اسے ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔

فاطر اسلام نے کھنکارتے حلق صاف کیا اور ایک طائرانہ نگاہ سب کی نگاہوں سے ملائی۔"میں خادم خاص کے عہدے سے دستبردار ہوتا ہوں۔کسی اور کو ملکہ کا غلام بنالیں۔"نگار اسکی جرائت اور حیرت پر پلکیں تک نہ چھپک سکی۔ادوب اور دیگر وزرا نے تو سانس روکے یہ التجا کم اعلان سنا تھا جبکہ المیرا وہ اپنی جگہ جامد رہ گئی۔ بے سکونی کو اب مزید نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔

''ہوش میں تو ہو؟''ایک وزیر نے نہایت تلخی سے خادم کو مخاطب کیا۔

''ابھی ہی تو آیا ہوں۔'' لہجے کی تلخی چھپانے کی کوشش بھی نہ کی۔آج اگر گردن بھی تن سے جدا ہو جائے تو پرواہ نہیں۔المیرا سختی سے تخت کو تھامے اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

''ہمارے یہاں کوئی خادم اتنا بے باک نہیں گزرا۔ بھلا خادمین بھی ملکاؤں کو انکار کرتے ہیں۔''

''پہلے نہ سہی۔''نگار کو دیکھا۔''اب سے کریں گیں۔''المیرا کوشش کے باوجود بھی کچھ بول نہ پائی۔''جیسے کہ میری ملکہ نے کہا(المیرا کی طرف اشارہ کیا)اب سے روایات بدلیں جائیں گیں۔تو یہ ایک روایت میں بدلتا ہوں۔''اس نے سیدھے المیرا کی آنکھوں میں دیکھا۔المیرا کے دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز ہوئی۔

''میں آج سے ملکہ کی غلامی ترک کرتا ہوں۔''ایک ایک لفظ پر المیرا عنایت محسن کو اپنا آپ بے سہارا ہوتا محسوس ہوا۔پہلے تنہائی میں ہاتھ چھڑایا تھا اور اب وہ بھری محفل میں اس سے دست کشی کا اعلان کر گیا۔اپنے اس بے چین احساس کو وہ اب نام دے سکتی تھی۔ڈر.....المیرا عنایت محسن مستقبل سے خوفزدہ تھی۔

''اس سب کے بعد تم ہم سے کیا امید رکھتے ہو۔جانتے تو ہو گے ہی کہ تم جاسوس ہو؟''نگار کے انداز میں چھپتا طنز تھا۔اس تماشے نے اسکی انا پر وار کیا تھا۔

''تم لوگوں کی قانون کی کتابیں چھان چکا ہوں میں۔صاف درج ہے کے جب تک کوئی جاسوس یا مخبر ثابت نہیں ہو سکتا اس پر شک کے علاوہ اور کوئی سزا عائد نہیں۔''

''روایات بدل رہیں ہیں تو قانون بھی تو بدلے گا۔''نگار نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔''کیوں ملکہ۔کیا سزا ہونی چاہیئے پھر ایک جاسوس کی؟''المیرا کیا جواب

دیتی اسکے تو جسم سے جان نکل چکی تھی۔وہ دوسروں کو استعمال کرنے والی عورت تھی۔پر تپش صحرا میں ننگے سر کیسے چلے گی؟

"ملکہ!"ادوب کے مخاطب کرنے پر اس نے نگاہ فاطر سے ہٹائی۔خادم خاص دیوار کی طرح اپنی جگہ تنا کھڑا رہا۔المیرا اسکی بہادری دیکھ کر سلگ گئی۔غصے سے ہاتھ کانپ اٹھے۔اسکی ڈھیل کا نتیجہ تھا یہ سب۔

"یہ عہدہ چھوڑنے کی کوئی خاص وجہ؟"دوبارہ اپنے خول میں آتے ہوئے وہ اشتعال دبا رہی تھی۔

"وجوہات ہیں۔"فاطر نے کہنا شروع کیا۔"مگر صفِ اول میری ماہِ ملکہ کو دی گئی خدمات اور ان کی ضرورت ہے۔سلطنت ماہِ ملکہ کے حکمران کو اس وقت ایک خدمت گزار کی ضرورت نہیں۔یہ کام کوئی بھی کر سکتا ہے ہاں البتہ.....سلطنتِ ماہِ ملکہ کی عوام کو ایک مددگار لازم ہے۔جس حساب سے وبا پھیل رہی ہے اور لوگ دن بادن بیماری کا شکار ہو رہیں ہیں۔ہماری طبّی سہولیات

اور امداد میں کمی آنا یقینی تھا۔"سب دم سادھے اسے سن رہے تھے۔"میں اپنی خدمات عوام کے لیئے مختص کرنا چاہوں گا نہ کہ..... عوام کے سروں پر موجود ایک حکمران کے لیئے۔"کہنا تو وہ اور کچھ چاہتا تھا مگر صورتحال نے اجازت نہ دی۔

کچھ دیر محفل خاموش رہی۔المیرا گہرے سانس لیتے دماغ کی ڈوریاں ہلا رہی تھی جبکہ فاصلے پر موجود فاطر اسلام بس یہاں سے بھاگنے کا منتظر تھا۔اگر وہ اسے چھوڑنے کا خواہش مند تھا تو المیرا کیوں ہاتھ بڑھائے۔لوگ اسکے پیچھے آتے ہیں وہ بھلا کسی کے پیچھے کیوں جائے۔

اب کی بار ملکہ نے چہرہ اٹھایا تو وہاں چٹانوں جیسی سختی تھی۔انا دونوں کو ہی عزیز ہے۔اگر ایسا ہے تو ایسا ہی صحیح۔

"اجازت دی گئی۔"کچھ وزرا نے پلٹ کر حیرت سے المیرا کو دیکھا۔کیا ملکہ میدان سے پیچھے ہٹ رہی تھی؟"مگر....."فاطر زیرِ لب مسکرایا،وہ جانتا تھا المیرا با آسانی

جھولیاں نہیں بڑھتی۔ ''آج سے تم قید مردوں کی غلامی کروگے۔'' محفل میں ہلچل مچ گئی۔

ٹانگ پر ٹانگ رکھے ملکہ مسکراتے ہوئے الجھے ہوئے خادم کو دیکھ رہی تھی۔

قیدیوں کی غلامی؟

''آج سے تم حبتہ اللہ کے زیر نگرانی کام کروگے۔ قیدیوں کا لباس، ان کا کھانا، ان کی صاف صفائی سب تمہاری ذمہ داری۔'' گال کو ہتھیلی پر رکھے وہ پرامید تھی کے ابھی وہ انکار کرے گا، یا چلو انکار نہ صحیح ابھی اسکے فیصلے کو رد کرے گا۔

امیدوں کا گھر پاش پاش ہوا۔ فاطر اسلام نے کمال تعبداری کا مظاہرہ کیا۔

''میں اپنی خدمات احسن طریقے سے سرانجام دونگا۔'' تعظیم دی۔ فاطر ابو لاسلام نے المیرا کو تعظیم دی۔ کوشش کے باوجود بھی وہ یاد نہ کر سکی کے فاطر نے کبھی اسکے سامنے سر جھکایا ہو۔ ڈر اور خوف کا شکنجا المیرا کے گرد مضبوط ہوا۔

جب فاطر نے اپنی گردن اٹھاتے المیرا کی خوف زدہ نگاہوں میں سیدھی نظر ڈالی تب المیرا کو ان بھوری سنہری آنکھوں میں صرف ایک جذبہ دکھا۔ نفرت، سراسر خالص نفرت کے کناروں پر بیزاری اور ناامیدی۔ وہ احترام میں نہیں جھکا تھا فاطر تو اسے الوداع کرنے کے لیے جھک گیا۔ یوں گویا المیرا کا مذاق اڑاتے ہوئے اس پر لطیفے کس رہا ہو۔ جاتے جاتے عزت رکھ لی۔

تاج پوشی کے بعد سے لے کر آج پہلی مرتبہ المیرا کو اس طاقت سے نفرت ہوئی۔

فاطر کے ہر دور جاتا قدم اسے بے بس چھوڑ رہا تھا۔ وہ المیرا کے بارے میں ٹھیک ہی کہتا ہے.... اس عورت کا نہ خود پر کوئی اختیار ہے نہ اس کی اپنی کوئی طاقت تھی۔ لوگوں کو خوش کرنے والی اس چالاک عورت کو انسان توڑ سکتا ہے اور انسان ہی جوڑ سکتا تھا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب منصف

"**یہاں سے فرار کا کوئی حل نہیں۔**" یہ الفاظ با اثر تھے ورنہ وہ اس چار دیواری میں یوں دبیر کو ڈھونڈنے بھاگ نہ رہی ہوتی۔ قدموں کی چاپ سانسوں کی بے ربطی میں گھل کر اسکی سماعت سے ٹکرانے لگی۔ دبیر نے وہ الفاظ کیوں کہیں؟ وہ کیسے اتنا پر یقین ہے کہ یہاں سے واپسی ممکن نہیں؟ کیا وہ کچھ ایسا جانتا ہے جو باقی تین نہیں جانتے؟ تمام سوچوں کو جھٹکتے اس نے راہداری میں چلتے دو مردوں سے رک کر منصف کا پوچھا۔ دونوں نے کندھے اچکاتے اپنی لاعلمی کا مظاہرہ کیا۔

گل اب اسکے ڈربے نما کمرے کی طرف بھاگنے لگی۔

(نجانے کتنے دن بعد اسکے چہرے پر خالص خوشی تھی۔ پیچھے کھڑا طبیب بیزاری سے آنکھیں گھماتا سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ فاطر نے جمین کو نہلا دھو کر صاف لباس پہنایا اور اب اسے کندھے سے لگائے نیم گرم دودھ پلانے لگا۔ یہ سب کرتے ہوئے اسکی انا کہیں دور جاسوئی تھی۔)

دبیر کا کمرہ دوسری منزل کے ایک اندھیرے کونے میں موجود تھا۔ ریشمی پردے کے پار ایک لکڑی سے بنی دیوار تھی جس کی دوسری طرف دبیر ہوتا اور مقابل شکایتی۔ آج وہاں رش لگا تھا۔ اسکی بھنویں الجھ کر قریب آئیں اور قدم کچھ سست ہوئے۔

"مردوں میں بغاوت کو ہوا دینے کی وجہ سے منصف اعلی کو ملکہ کے حکم پر گرفتار کیا جاتا ہے۔" جہاں حبتہ اللہ نے یہ الفاظ کہیں وہیں ساتھ موجود چغہ نشین آگے آئی اور دبیر کے ہاتھوں کو بیڑیوں میں جکڑ لیا۔

گل کے حقیتاً ہاتھوں سے طوطے اڑے۔ دوڑ کر آتے اس نے صورتحال قابو کی۔

بچے کو کندھے پر رکھے وہ اسکی پیٹھ شفقت سے سہلاتے ہلکا ہلکا جھول رہا تھا۔ لبوں پر کھلتا تبسم اسکی اندرونی خوشی کو بیان کرنے لگا۔

"ملکہ نے منصف کو گرفتار کرنے کے لیئے مجھے بھیجا ہے۔" تیزی سے بڑھتے وہ دبیر کے شانہ بشانہ کھڑی ہوئی۔ حبتہ اللہ ایک لمحے کو لاجواب رہ گیا جیسے اسے گل

سے اسکی امید نہ تھی۔ ساتھ کھڑے وجود کو ایک نظر دیکھتے اس نے گل جان کو دیکھا اور پھر جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہوا اسی ازلی مسرور انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

"لے جائیں اور تہ خانے کی شروعات پر چھوڑ دیجئے گا۔ عیبک آگے سے سنبھال لے گا۔" ایک دوسرے کو خیر آباد کہتے گل نے دبیر کو کہنی سے تھامتے آگے بڑھایا۔ لوگوں کا رش گل جان کے لیئے فائدہ مند ثابت ہوا ورنہ کہاں نگار کے خاص ملازم نے اسکو یہ کام اتنے آسانی سے سونپنا تھا۔

بچہ اب پر سکون ہو کر سو چکا تھا۔ نرم بستر پر لٹاتے فاطر نے اسکے گرد سرہانے اور اس پر چادر درست کی۔

"تم جانتے ہو نا کہ اگر کسی نہ یہاں تمہیں دیکھ لیا تو کیسا طوفان آئے گا۔" بیزار سے کھڑے آدمی نے اسے یاد دلانا چاہا۔

"اس کا تو علم نہیں لیکن اگر اس بچے کو کچھ ہوا تو پھر تم دیکھنا میں کیسا طوفان لاتا ہوں۔" پلٹ کر کہتے اسکے انداز میں نرمی، شفقت، ہمدردی کہیں نہ تھی۔

فاطر ان کم عقلوں کو کیسے سمجھائے کہ اسے جمین میں اپنا آپ دکھا تھا۔وہی روتا (سسکتا ممتا کے لیئے تڑپتا لڑکا۔

★

دونوں یوں ٹہل سہل کر چل رہے تھے جیسے قید خانے کے سامنے ان کے لیئے سرخ قالین بچھ رہیں ہیں۔آگے چلتے دبیر کے وجود کا خالی پن لوٹ چکا تھا۔اسکے کندھے کے پار کھڑی گل جان نے ایک احتیاطی نگاہ اطراف میں دوڑائی اور پھر اسکے کان کے قریب جھکتے وہ بات کہہ ہی ڈالی جو اسے کب سے چھیر رہی تھی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے؟"جواباً خاموشی۔دبیر السازار نے بات ان سنی کر دی۔

"کیا تم ماہِ ملکہ کے بارے میں کچھ ایسا جانتے ہو جو ہم نہیں جانتے؟"سیڑھیاں اترتے ان کی رفتار کچھوے سے کم نہ تھی۔دبیر نے چپ کا روزہ نہ توڑا۔

"کچھ بولو گے یا میں تمہیں یہاں سے دھکا دوں۔" سیڑھیاں اترتے اسکے قدم اچانک رکے تو گل جان اس سے ٹکراتے بچی۔ بھوری نگاہوں نے اپنے کندھے کے پار سے اسے دیکھا۔ گلہ کھنکارتے اس نے اپنے سوالات میں ردوبدل کی۔

"اگر تمہاری کہیں گئیں باتوں کو آپس میں ملایا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہماری دنیا والی ماہِ ملکہ اس دنیا والی ماہِ ملکہ سے واقف ہے۔ یعنی کہ لوگ یہاں سے وہاں جاتے رہتے ہیں۔ رائٹ؟" چمکتی نگاہوں کو امید سے چھپکتے وہ انگلیوں سے کھیلنے لگی۔ سامنے کھڑے مرد نے جواب اسے سر تا پیر دیکھا اور دوبارہ سے مڑتے ٹہلنے لگا۔ وہ اب پہلی منزل کی زمین پر کھڑے تھے۔

"لیکن سارا معاملہ ایک بات پر آکر ٹھہر جاتا ہے..... ہم یہاں آئے کیسے۔ اگر ہم تینوں کو ایک جگہ پر بلانے والے تم تھے تو یقیناً اس بات کا جواب تم جانتے ہوگے۔" دبیر جیسے اسکی خود کلامی پر کان لپیٹے اپنی منزل کی طرف رواں تھا یوں جیسے یہ سب اسکے لیئے عام تھا یا جیسے وہ منتظر تھا کہ یہی سب ہونا ہے۔

"یا پھر۔۔۔۔(دور سے عیبک کھڑا دکھا) ہمارے علاوہ اور بھی لوگ ہماری دنیا سے یہاں آئے ہیں، کیا ماہِ ملکہ والے ہماری اصلیت جانتے ہیں؟ اور اگر جانتے ہیں تو یہ ہمیں واپس کیوں نہیں بھیج رہے۔ کیا اصل ہے کیا حقیقت۔" اسکا لہجہ کہیں بلند ہوتا تو کہیں مدھم۔ کسی لفظ کو وہ وسوق سے کہتی تو کہیں پر شک ہوتا۔ اسکی آواز دبیر السازار کے سر پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔

وہ اپنے خیالات میں اتنی گم تھی معلوم ہی نہیں ہوا کب راستہ ختم ہوا اور کب عیبک نے ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔ حقیقی دنیا میں لوٹی تو اندازہ ہوا ابھی کہیں سوال رہتے تھے۔ طبعیت ایک دم بے چین ہوئی اور انداز میں تیزی آئی جب اسکے کچھ بھی کہنے سے پہلے دبیر بول پڑا۔

"ملکہ سے کہنا میں نے کوئی بغاوت نہیں کی۔" چپ کا روزہ ٹوٹا اور کیا ہی افطاری تھی۔ گل جان سر تا پیر شرم میں ڈوب گئی۔ اپنی تحقیقات میں تو وہ یہ بھول ہی گئی کے دبیر پر جھوٹا الزام بھی لگا ہے۔ اسکی پشت کو دیکھتے وہ دل ہی دل میں خود کو

کو سننے لگی۔ کیا تھا جو حوصلے کے دو جملے ہی بول دیتی۔ اگر دبیر کی جگہ وہ ہوتی تو پلٹ کر ایسے خود غرض انسان کی شکل نہ دیکھتی۔

"کوئی بات نہیں گل۔ المیرا ہے نا اسکی بیسٹ فرینڈ چھڑوا لے گی اور ویسے بھی تہ خانے ہی تو جانا ہے اس نے۔" خود کو دلاسے دیتی وہ اب دور جانے لگی..... اپنی اگلی امید کی طرف۔

★

باورچی خانے سے باہر نکلتے سیڑھیوں کی چھاؤں میں دو تین ڈربے نما کمرے تھے، انہیں میں سے ایک خادم خاص کے لیئے مختص تھا۔ گہری سانس لیتی اس نے دستک دینے کی نیت سے ہاتھ اٹھایا۔ اسکی اگلی امید فاطر اسلام تھی مگر اس کو قائل کرنے کے لیئے ثبوت لازمی تھے۔ دبیر نے اسے ماضی کا حوالہ دیا تھا۔ فرار کی راہ وہیں ہیں جہاں سے کہانی شروع ہوئی تھی۔ وہ یہاں کیسے آئے؟ بیشتر دنوں سے اس پہیلی کے آگے سے سوالیہ نشان نہیں ہٹا تھا۔ المیرا نے وہ تاج پہنا، ایک روشنی اور ان کی آنکھ

کھلی تو وہ یہاں۔درمیان میں سے کچھ غائب ہے۔وہ جو ایک امید تھی کے دبیر اس غائب سرے کے متعلق معلومات رکھتا ہو گا اسکی جوت اب بجھ کر اندھیر ہو گئی۔

اگر وہ کچھ جانتا ہوتا تو اس پر الزام کیوں لگتا؟

یا پھر.....اس پر الزام ہی کچھ جاننے کی وجہ سے لگا ہے؟

لیکن پھر.....ضروری تو نہیں الزام جھوٹا ہو؟

وہ سوچتی تو دنیا کے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی تھی۔حال میں متوجہ ہوتے اس نے دروازے پر دستک دی جو کھلتا چلا گیا۔شرم کے پانی نے اسے سر تا پیر پھر بھگو دیا وہ کھلے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر کب سے بس سوچ ہی رہی تھی۔

دروازہ مکمل کھولتے اس نے اندر جھانکا۔مختلف کونوں میں رکھے بستروں میں سے ایک پر فاطر اسکی طرف پشت کیئے زمین پر پھیلائے بیٹھا تھا۔کمرے میں کسی کی

موجودگی کے احساس پر پلٹتے اسے گل دکھی۔اچانک لڑکی کے ذہن سے صبح والا منظر گزرا تو اسکے قدم بیچ راہ میں ہی تھم گئے۔

کیا فاطر اس کی مدد کرنا چاہے گا؟

کیا فاطر اسکی بات سنے گا؟

لیکن یہاں تو فاطر کے مطلب کی بات ہونی ہے؟

"اگر سوچنا ہی ہے تو تم میرے کمرے سے باہر رہ کر بھی یہ عمل کر سکتی ہو۔" بے لچک لہجہ اور وہ دوبارہ اپنے کام کی طرف پلٹ گیا۔لب چباتے اس نے انگلیوں کو باہم پھنسایا اور اسکے سر کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"آپ فارغ ہیں؟"

"اگر اس کی حمایت کرنے آئی ہو تو، نہیں۔اگر اپنے کام سے آئی ہو، تو بھی نہیں۔" گل اچھے سے جانتی تھی وہ اس کون ہے اور اس سے بھی زیادہ اچھے سے

جانتی تھی کہ اگر وہ طنز کر رہا ہے تو حالات اتنے خراب نہیں ہوئے۔ خود کا حوصلہ بڑھاتے اس نے گلہ صاف کیا۔

"مجھے فرار کر راستہ سمجھ آگیا ہے۔" سیاہ لباس پر اسکی گرفت تھی۔ سر اٹھا کر پیچھے دیکھا۔

"مطلب؟" گل دوزانو ہو کر زمین پر بچھی چادر پر بیٹھی۔ (یہاں یقیناً وہ سوتا ہو گا)۔

"کروز میں آتے وقت آپ کو کوئی کوپن، کوئی پوسٹر، کوئی ای میل جو بھی ملا تھا اس پر کیا لکھا تھا۔" فاطر نے کچھ سوچنے کے بعد وہی سطر دہرائی۔

"اب اس سطر کے معنی کو موجودہ دنیا میں لگائیں۔ جہاں قسمت کو آزمایا جاتا ہے اور زندگی کو آسان بنایا جاتا ہے۔" بہت دیر تک سوچنے کے باوجود بھی فاطر کے چہرے کی الجھن میں کمی نہ آئی۔

''کہنا کیا چاہ رہی ہو، صاف کہو مجھے یہ تمہید۔''

''یہ دنیا ہماری اصلی دنیا کو جانتی ہے۔''فاطر کی بولتی زبان بیچ میں رکی۔الجھن میں کمی کے بجائے اضافہ ہوا۔جہاں گل اسے فخر سے دیکھ رہی تھی وہیں فاطر بلکل سکتے میں تھا۔

اچانک سے کھڑے ہونے پر اسکی جھولی میں موجود تہہ شدہ کپڑے بکھر گئے۔

''دیکھیں میں سمجھاتی ہوں بات۔''وہ اب کمرے کے آگے پیچھے چکر کاٹنے لگا۔

وہ ایک سیاہ کال کوٹھڑی تھی اتنی سیاہ کے ہاتھ کی صورت یا زمین کی شکل سب کچھ بینائی سے محفوظ تھی۔دبیر السازار کا پورا وجود بوجھ تلے تھا۔تھوڑی ہمت اور (حرکت کے بعد اندازہ ہوا وہ بوجھ نہیں اسکے جسم کی ختم ہوئی طاقت ہے۔

''متوازی دنیا میں لوگ سفر کرتے رہتے ہیں۔اس میں کوئی اتنی غیر یقینی بات تو نہیں کے اگر یہاں کے رہائشی یا راوی اس دنیا کے بارے میں علم رکھتے ہوں۔''

''تو تم یہ کہہ رہی ہو کہ کروز والے جانتے ہیں کہ ہم کہاں ہے؟اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں؟'' بالوں میں انگلیاں پھنسائے وہ کسی غیر مرئی نقطہ کو دیکھ رہا تھا۔

''بلکل''!

''تو پھر انہوں نے ہمیں اب تک رکھا کیوں ہے، بھیج دیں واپس اور دوسری بات اب تک ہمارا گیارہ روزہ سفر ختم ہو چکا ہے۔ ہم واپس کہاں جائیں گیں اور اگر .....'' گل ہاتھ اٹھائے اسے شانت کر رہی تھی، جانتی تھی وہ سوال پوچھے گا تو جواب سننے کا وقت نہیں دے گا۔

www.novelsclubb.com

سانس لیتا تو پورے جسم میں درد کی لہر اٹھتی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا ہونے کے باوجود بھی وہ ان کی نمی محسوس کر سکتا تھا۔ جلد جھلس رہی تھی اور پٹھے یوں تھے جیسے آپس میں کھنچے ہوں۔ اپنی آنکھیں چبھ رہیں تھیں اپنا ہی سر بھاری لگ رہا تھا۔)

''میرا کہنا یہ ہے کے وہ دونوں دنیاؤں کی موجودگی سے واقف ہے۔اس بات کی گنجائش نہیں کے وہ ہماری موجودگی سے بھی واقف ہوں۔یقیناً وہ ہمیں اس ہی دنیا کا کوئی رہنے والا سمجھتے ہیں۔'' چلتے ہوئے رک کر اس نے گل کو بہت گہری نظروں سے دیکھا۔کمر پر ہاتھ باندھے اس نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''کہیں تم؟'' اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''جی بلکل میں وہی سوچ رہی ہوں۔'' دانتوں کی نمائش کرتے اس نے چٹیاں سے نکلتے بالوں کو انگلی پر لپیٹا۔

بہت دیر اس خوفناک اندھیرے اور چھبتی ہوئی زمین پر پیٹھ کے بل لیٹے رہنے (کے بعد اس اپنی بائیں طرف سے روشنی کی شمع دکھی۔وہ نہیں جانتا تھا اسکے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا۔اس حالت کا ذمہ دار کون تھا۔کیا اسے مارا پیٹا گیا ہے؟ مگر ایسے کسی بھی منظر سے اسکا ذہن مکمل خالی تھا۔)

''ہم ماہِ ملکہ والوں سے مدد مانگ لیتے ہیں انہیں سب سچ بتائیں گیں کہ۔''

''کہ کیا۔''فاطر نے بے رحمی سے اسکی بات کاٹی۔''اوہ معاف کیجیئے گا! ہم ٹہلتے ٹہلتے آپ کی دنیا میں آ گئیں۔ برائے مہربانی ہمیں ہمارے گھر چھوڑ دیں۔'' باقاعدہ آواز پتلی کرتے گل کی اداکاری کی۔انا پرست تو وہ بھی تھی غصہ سے جبڑے بھینچ لیئے۔

''یقیناً اس کے مقابلے میں فاطر عقلِ قل اسلام کے پاس کوئی بہتر طریقہ ہو گا جو وہ ہم سے چھپائے بیٹھے ہیں۔''دو کو دو سے ضرب دو، ایسا حال تھا ان کا۔

کہتے ہیں اکٹھے رہنے والے لوگوں میں ہمیشہ ایک صفت مماثلت رکھتی ہے۔ماہِ ملکہ کے ان چار قیدیوں میں انا اور اس سے وفاداری عام تھی۔

روشنی اب ایک شمع نہیں بلکہ اسکے پورے رخ پر پھیلی تھی۔بدن سکڑ کر جیسے) ملنے سے انکاری ہو۔سانس بھی خدا کا رحم و کرم تھا۔خدا؟ دبیر السازار خدا پر کب سے یقین رکھنے لگا۔

"کیسا محسوس کر رہے ہو منصف خاص؟" یہ مغرور لہجہ، طنزیا ہنسی۔ ذبیح اللہ نے کہتے ساتھ اسکے جیل کا دروازہ کھولا۔ وہ روشنی اسکے ہاتھ میں موجود لالٹین کی مدد سے تھی۔ دبیر نے آنکھ کے کنارے سے اسے قریب آتا دیکھا۔ سانس اکھڑ رہا تھا۔ جسم کا درجہ حرارت بڑھنے لگا۔

(کیا یہ موت تھی؟

فاطر اس سے رخ پھیرے اب چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے سوچنے لگا۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ اس کا ذہن ترکیب سے خالی تھا۔ اسکی آزمائی ہر چال کو المیرا چاروں شانے چت کر دیتی۔ المیرا؟ یہ عورت ہر راستے اور منزل کے اختتام پر کیوں کھڑی ملتی تھی۔

" ہے میرے پاس ایک طریقہ۔" اسکی آواز میں یقین اور تصدیق کی کمی تھی مگر گل کی سماعت پھر بھی متوجہ ہوئی۔ یہ جو کچھ الفاظ اسکی زبان سے نکلنے والے تھے ان کا بوجھ کتنا بھاری تھا فاطر اسلام بیان نہیں کر سکتا۔

ایک گہری سانس لیتے ''ماہِ کامل۔''لبوں سے آزاد کیا۔ گل کا اپنی جگہ چوکنا ہو کر بیٹھنا واجب تھا۔

سیاہی، نم آنکھیں، چکراتا سر، پھولتے عضو اور اس سے کچھ ہی دور کھڑا وہ ایک نقلی) اور ایک نیلی آنکھ والا مرد۔اس کی آنکھوں میں بھی کوئی چمک نہیں تھی۔دبیر السازار کو بے اختیار خیال آیا تو یہ چمک اور زندگی کی خواہش رنگ پر منحصر نہیں۔

''باغیوں کے ساتھ یہاں یہی ہوتا ہے۔''جھک کر کہتے اس نے دبیر کو سمجھنے کا لمحہ دیئے بنا جوتے سے اسکا جبڑا کچل دیا۔

(چاروں اور اب صرف خاموشی تھی۔

اپنے ارادوں میں گل جان کو شریک کرتے وہ اب خاموشی سے اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ پڑھنے لگا۔وہ جو کرنے جا رہے تھے خطرے سے خالی نہیں تھا یہاں تک کے راستے کے اختتام پر اس بار بھی المیرا ہی تھی..... کبھی آئندہ نہ ہونے کے لیئے۔

★★★★

باب ملکہ

قدرت جب آپ کی طرف ہو تو قسمت کو کون پوچھتا ہے۔اتنے دنوں سے ہر ناکام ہوتی کوشش پر ہار نہ ماننے بنا آخر کار وہ اس تہ خانے تک پہنچ چکی تھی۔

ہلکے گندمی کا مدار لباس میں کھلے بالوں میں بل ڈالے وہ ہمیشہ کی طرح داستانے اور ایک ریشمی دوپٹے میں سجی شان سے چلی آرہی تھی۔ہر نیچے جاتی سیڑھی پر جہاں ٹھنڈ بڑھتی وہیں اسکی دل کی دھڑکن بے ہنگم ہوتی۔پشت پر عبیل اور گل ہاتھ باندھے چل رہیں تھیں جبکہ اسکو خاموشی سے راہ دکھانے والا عیبک تھا۔اس آدمی کا چہرہ خوفناک اور موجودگی آسیب زدہ سی تھی۔

سیڑھیوں کے اختتام پر دو راستے تھے۔وہ چاروں دائیں طرف مڑے۔یوں لگتا تھا اندھیری سرنگ میں مشعلیں جلائیں تھیں۔گل جان فاطر سے کیئے وعدے

کے مطابق گردن ادھر ادھر گھما کر جائزہ لے رہی تھی جب ساتھ کھڑی عبیل کی اس پر نظر پڑ گئی۔ذرا سا اس کے رخ پر جھکتے کان میں کہا۔

''وہ عورتیں اس طرف سے نہیں بھاگیں تھیں۔''اپنے خیالات میں گم لڑکی ٹھٹک گئی۔عبیل انہیں مسکراتی نگاہوں سے اسکے ساتھ قدم سے قدم ملائے گئی۔المیرا نے اس شہزادی کا کیا حلیہ بنا دیا تھا۔

''تم جانتی ہو وہ کہاں سے بھاگیں تھیں؟''وہ دونوں سر گوشی میں کہے گئیں۔

''میں نے ہی تو پکڑوایا تھا۔''

''تم نے؟''گل کے حیران لہجے پر اس نے فخریہ گردن اٹھائی۔

کچھ فاصلے تک جانے کے بعد ٹھنڈاب مکمل طور پر چھٹ چکی تھی۔سرنگ ختم ہوئی تو سامنے رکتے لوگوں سے گل جان کی ٹکر ہوتے رہ گئی۔پتہ نہیں چلنا کب سیکھے گی۔

''تم نے انہیں کہاں سے پکڑا تھا؟''اسکی طرف جھکتے عبیل نے لبوں کے پاس ہاتھ رکھا۔

''بائیں طرف یہاں سے ایک راستہ جاتا ہے قلعہ کے باہر وہاں سے انہیں رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔''عبیل کی آنکھوں کی چمک سے پہلی مرتبہ اسے خوف محسوس ہوا۔

سرنگ کا خاتمہ دائیں بائیں طرف دو راستوں پر ہوا۔دائیں طرف کے راستے سے آتی آوازیں یہ گواہ تھی وہیں وہ تمام مریض ٹھہریں ہیں جبکہ بائیں طرف سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے تقریباً گوئی گیارہ بارہ قیدی ہاتھوں کو رسیوں میں جکڑے بگڑے تاثرات لیئے نمودار ہوئے۔شل کھڑی گل جان نے چہرہ نہ پھیرا۔

ملکہ کو نظر انداز کرتے وہ دو سپاہیوں کی سربراہی میں سرنگ سے باہر بڑھ گئے۔

''ان کے قید خانے کی صفائی کے سسلسلے میں انہیں کچھ دیر کے لیئے دوسری جگہ منتقل کیا جارہا ہے۔''

''کہاں؟''عیبک کے پیچھے چلتے المیرا کا سوال جائز تھا۔

''بائیں طرف کے کمروں میں۔''گل جیسے کسی خواب سے جاگی۔

''کیا منصف کو بھی اسی طرف قید کیا ہے؟''عیبک نے جواب نہ دیا مگر چہ المیرا نے گردن سوال میں ضرور پھیری۔

''آپ کو نہیں معلوم؟''گل کے انداز میں واضح ہتک تھی۔المیرا نے بظاہر ہنس کر اسکے لہجے کو نظرانداز تو کر دیا مگر اصل میں گل کی اس بدلی ادا نے اسے اندر تک سلگا یا تھا۔

''منصف کو رہا کر دو۔''گولائی میں بنی چوڑی سیڑھیوں پر چلتے اس نے حکم دیا۔ عیبک نے تعبداری سے جی ملکہ کہتے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔منزل اب اسکے سامنے

تھی۔نارنجی روشنیوں میں دائیں بائیں طرف سلاخ دار خالی کمرے تھے۔اسکا لباس فرش کو چھوتا آگے جارہا تھا۔

"مجھے میرے سوال کا جواب مل چکا ہے۔"عبیل نے ایک اور سرگوشی کی۔گل نے بھونیں اچکاتے سوال کیا۔یاداشت کمزور تھی بے چاری کی۔

"میں وہیں ہوں جہاں مجھے ہونا چاہیئے بلکہ (وہ مسکرائی)ہم سب وہیں ہیں جہاں ہماری ضرورت ہے۔"گل کے چلتے قدم جامد ہوئے۔عبیل کی مسکراہٹ،اسکی لاپرواہی،اسکی پختگی۔گل کے دماغ میں گھنٹی بجی۔"کیا وہ بھی دونوں دنیاؤں کے اصل سے واقف ہے؟"

www.novelsclubb.com

"سنو عبیل۔"

"خادم خاص۔"اس سے پہلے کے وہ لوگ مزید سرگوشی کرتیں المیرا کی آواز نے اسکی ساری توجہ کھینچ لی۔"یا پھر یہ کہوں سابقہ خادم خاص۔"فاطر اسلام ایک جیل میں کھڑا بستروں سے چادریں اتار رہا تھا۔المیرا کی پکار پر کام کرنا نہ چھوڑا۔

"کیسا محسوس ہو رہا ہے نئی نوکری کے پہلے دن۔" فاطر نے ان گندمی چادروں کو ایک بالٹی میں پھینکا اور نئی چادروں سے تبدیل کیا۔ انداز میں سلیقہ کہیں سے بھی نہیں تھا۔

"ویسے میں ادھر ساتھ ہی موجود ہوں۔ اگر واپس آنے کا ارادہ بنے تو چلے آنا۔" اس مرد کی پشت کو دیکھتے اس نے طنزیا لہجے میں کہا۔ کوئی نہیں جانتا تھا اس طنز کے پیچھے اسکی اپنی بے بسی شامل ہے۔

وہ آگے چلنے لگی تو فاطر نے گردن ذرا سی پھیرتے گل جان کو دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے وہ دونوں اپنے ترتیب شدہ کاموں کو بڑھ گئے۔

★

المیرا کے احکام کے مطابق وہ کمرہ اندھیر تھا۔ ملکہ کی موجودگی نہ ہوتی تو عبیل کے ہاتھ میں کبھی وہ لالٹین نہ آتا۔ ایک ٹانگ پر ٹانگ رکھے اور ہاتھوں کو گود میں باندھے وہ اپنے سامنے بیٹھے تینوں مجرمین کو دیکھ رہی تھی۔

''تم جاؤ یہاں سے اور لالٹین گل کو پکڑا دو۔'' عبیل نے ایک محتاط نگاہ نیم اندھیرے میں کھڑی لڑکی پر ڈالی اور پھر المیرا کے چہرہ پر۔

''بہتر ملکہ۔'' وہ تو باخوشی المیرا کی خدمت کو انکار کرے۔

''تمہاری کنیز کیسی ہے؟'' بیچ راستے میں عبیل ٹھہر گئی۔ گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی جبکہ ہاتھ مٹھیوں میں جکڑ لیئے۔ پلٹ کر بیٹھی عورت کے تاج کو دیکھا۔

''مر چکی ہے۔'' شہزادی کی آواز میں ملکہ کے لیئے شدید نفرت تھی جبکہ المیرا نے دل ہی دل میں ''لو بھلا میں نے تھوڑا ہی قتل کیا ہے اسکا'' کہا۔ اگر سچ کہو تو المیرا کو پچھتاوا ہوا تھا لیکن یہ بات مان لینا مطلب انا کو کچل دینے کے برابر تھا۔

نفرت کے جو پتھر سب کے دلوں میں بسے ہیں وہ المیرا کے اعمال کا نتیجہ تھے۔

لالٹین کی جھلملاتی روشنی پتھریلی دیوار پر آتی جاتی رہی۔ کچھ لمحات خاموشی میں بسر ہوئے مگر جب المیرا نے کہنے کو لب وا کیئے اس سے پہلے زمین پر بیٹھا آدمی بول پڑا۔

''میرا بیٹا کیسا ہے؟''المیرا کیا کہنے لگی تھی، سب کچھ جیسے ان الفاظ کے آگے چھوٹا پڑ گیا۔ یہ کیسا باپ ہے جو خود سے پہلے اپنی اولاد کا سوچ رہا تھا۔

باورچی خانے میں موجود اس گودام کے سامنے پردہ گرا تھا۔ رات کے پہر جب) سب سوئے ہوئے ملتے ہیں تب دو الو جاگ کر فرار کا راستہ تشکیل کر رہے تھے۔

ایک طرف جمع کیا اناج تھا جبکہ ان کے درمیان ایک ننھا میز موجود تھا۔ ایک طرف سنہری چٹیا اور سیاہ ڈھیلے لباس والی لڑکی بیٹھی قلم کو انگلیوں میں گھما رہی تھی جبکہ اسکے مقابل موجود بھوری رنگت اور گندمی لباس والا مرد قہوہ بناتے اسکی تحقیقات ذہن نشین کر رہا تھا۔ ''المیرا دبیر کی گرفتاری سے انجان تھی۔''لڑکی نے مرد کے چلتے ہاتھوں کو دیکھا۔

"اس سے تو ایک ہی مطلب نکلتا ہے۔" دونوں کی نظریں ملیں۔ "وہ لوگ المیرا کا نام استعمال کر رہے ہیں، پر کیوں؟" پانی کو آگ پر چڑھاتے کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔

"کہیں دبیران کا ساتھی تو نہیں۔" گل جان اپنے شکوک کا گلہ گھونٹنے میں ناکام رہی۔

"تم اس آدھی لاش پر شک کر رہی ہو۔" فاطر کا لہجہ لاپرواہ تھا۔ گل کو اپنی عدم اعتمادی پر شرمندگی ہوئی۔)

"بیٹے کو چھوڑو اور اپنا سوچو۔ جانتے ہو آگے کیا ہونے لگا ہے۔"

"جو بھی ہو گا اس جہنم سے تو بہتر ہی ہے۔" اس مرد کی بہن نے زہریلے نم انداز میں جواب دیا۔ المیرا کو اس عورت پر بے انتہا حیرانگی ہوئی۔ بھلا ایسی دنیا جہاں اسی قسم کی جنس حکومت کرتی ہو وہاں سے کیسا مسئلہ۔

''اور ایسا کیا ہوا تھا جس نے تمہیں فرار کا قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔''ایک طائرانہ نگاہ ان سب کے چہروں پر دوڑائی۔

''ہمیں اس جہنم میں نہیں رہنا جہاں انسانیت سے پہلے جنسی تفرق دیکھا جاتا ہو۔''اس بچہ کی ماں ایک طرف گٹھری بن کر لیٹی رہی۔ گل کو بے اختیار اس عورت پر ترس آیا۔

''کون سا تفرق کر دیا ہم نے؟''المیرا کی آواز بلند تھی۔''یہ بات تمہارا بھائی بولے تو کوئی جواز بھی ہو۔''

چھوٹے بالوں والی عورت نے چہرہ اٹھاتے ملکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی۔ لالٹین کی روشنی اسکی گردن تک آ رہی تھی، یوں جیسے اندھیرے میں جھولتا سر ہو۔''وہ میرا بھائی ہے میں اس کے لیئے نہیں بولونگی تو کون بولے گا۔''ایک اور جھٹکا۔ یہ کیسا بھائی تھی جسی کی محبت میں بہن اپنی سہلویات کو لات مار رہی تھی۔

(''ان کہا کہنا ہے وہ یہاں کی بے ترتیبی سے تنگ آکر بھاگ رہیں تھے۔'' قلم کی نوک سے میز پر دستک دی۔

''وجہ صرف یہ نہیں۔'' ابلتے ہوئے پانی کے سرہانے بیٹھے اس کا سر جھکا تھا۔چراغ کی روشنی گل اور فاطر کے درمیان تھی۔

''اس دن جو نابینا عورت مری تھی اسکے آخری الفاظ کیا تھے؟'' گل نے سوچتے ہوئے قلم کی نوک سے میز پر ایک بار دستک دی، پھر دو بار اور پھر۔

''وہ سب کو مار دیں گیں۔'' دستک ٹھہر گئی۔اپنے ہی ادا کیئے الفاظ کی بازگشت نے اسکے رونگٹے کھڑے دیئے۔

''کون مار دیں گیں؟'' یہ سوال فاطر کا تھا۔ابلتے ہوئے پانی میں الائچی اور ادرک ڈالی۔

''آپ کا کہنا ہے کہ۔۔۔'' فاطر اسلام آگے جھکا خوشبو اندر اتارنے لگا۔

''یہی کے وہ بہن بھائی بھی جانتے ہیں کے کون مار دیں گا۔'' گل دونوں ہاتھوں سے میز کا سہارا لیئے خالی نگاہوں سے فاطر اسلام کی پشت دیکھ سکتی تھی۔)

اس سے پہلے کے وہ مزید لاجواب ہوتی موضوع تبدیل کیا۔''تم لوگوں کو یہاں سے بھاگنے میں کس نے مدد کی؟''اس سوال پر دونوں بھائی بہنوں نے نظروں کا تبدالہ کیا۔آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو نہ بولنے کی تنبیہ کرتے گردن جھکادی۔گل کی نگاہ اب ہلکی سسکیاں لیتی اس عورت پر ٹھہر گئی۔وہ اپنے بچے کی جدائی میں تڑپ رہی تھی۔

''یقیناً یہاں سے بھاگنے کا علم کوئی بلند مقام پر بیٹھا انسان ہی جانتا ہو گا۔''اسکی بات پر بھی دونوں نے چہرے نہ اٹھائے۔المیرا کی نگاہ کسی گیند کی طرح ایک سے دوسرے پر سفر کرنے لگی۔

''کیا عبیل نے تم لوگوں کی مدد کی؟''اس نام پر ان کے چہروں پر گھلنے والی کرواہٹ نے المیرا کو حیرت میں ڈال دیا۔

''اسی (گالی) نے تو ہمیں پکڑوایا تھا۔'' بہن نے خون آشام نظروں سے کہا۔

(''تمہارا ماننا ہے کے عبیل دونوں دنیا کی موجودگی سے واقف ہے۔'' گل کے سامنے اسکے قہوے کی پیالی رکھتے اسکا انداز وہمی تھا۔

''میرا حتمی فیصلہ یہی کے عبیل جانتی ہے کے لوگ یہاں سے وہاں آسکتے ہیں اور شاید اس کو شک بھی ہے کہ کون کس جہاں سے ہے۔'' فاطر کی اپنی پیالی پر انگلیاں منجمد ہو گئیں۔

''تو اس کا یہ شک دور کس نے کیا؟'' دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ نیلی اور امبر نگاہوں میں لاتعداد سوال تھے جن کے جوابات کی تو ابھی ابتدا ہوئی تھی۔)

''کہاں سے پکڑوایا؟'' ایک مرتبہ دوبارہ خاموشی۔

''تم نہیں بتاؤ گے تو میں عبیل سے پتہ کروالونگی۔'' چہرہ پھیر لیا، خاموشی نہیں ٹوٹی۔

"اگلا اور آخری سوال۔" انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنساتے انہیں ٹھوڑی تلے رکھتے آگے ہوئی۔ "عبیل کو تمہاری موجودگی کا کس نے بتایا؟"

(گل نے بولنے سے پہلے کاغذ پر ایک سطر کھینچی۔ کہیں وہ اہم نکات بھول نہ جائے۔ "یا تو عبیل ان کے بھاگنے سے واقف تھی یا پھر ان کی مدد کرنے والا عبیل کا وفادار ہے۔"

"مجھے نہیں لگتا ان کی مدد کرنے والا غدار ہے۔" فاطر نے اسکی لکھائی پڑھتے کہا۔ "اور شاید ان کی مدد کرنے والا بھی یہ بات جانتا ہو کہ کون ہم سب کو مار دے گا۔"

"مجھے ایک اور سوال بھی تنگ کر رہا تھا۔" فاطر اسلام نے اسے اپنی پیالی کے اوپر سے دیکھا۔

"کیسا سوال؟" فاطر کے پوچھنے پر گل نے المیرا کے الفاظ دوہرائے۔)

''تم لوگ فرار ہو کر جا کہاں رہے تھے؟''ان کی پیشانی سے پھسلتا پسینہ گرمی کی وجہ سے تو بس نہیں تھا۔''معلوم نہیں، مگر یہاں سے دور۔''بنا ملکہ سے نظر ملائے بنا اس آدمی نے کہا۔

(''معلوم ہے انہیں اور ان سے یہ معلومات نکالنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔''شیشے کی پیالی میز سے ٹکرائی۔چراغ کی روشنی دونوں کی ٹھوڑی پر پھیلی تھی۔

''جمین۔''گل جان کی بھنویں تجسس میں ماتھے سے جا لگیں۔)

★

وہ جس چہرے اور قدموں کے ساتھ نیچے گئی تھی لوٹتے ہوئے وہ یکسر بدل گئے تھے۔اس ملاقات سے اسے کچھ بھی مفید یا کارآمد مواد حاصل نہیں ہوا۔اسکی چالیں اس پر نہیں پلٹ سکتیں۔یہ ناممکن تھا۔

''خادمہ عبیل کو میرے حجرہ میں بھیجو۔''اس بات کو یکسر فراموش کیئے کہ ماہِ ملکہ سلطنت میں عورتیں خادمہ نہیں ہوتیں وہ گل سے کہتی جیسے چولھے سے اتری

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چنگاری کی طرح بھڑکتے اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ گل ایک لمحہ بھی ضائع کیا بنا اسکے اعمال کو بجالائی۔

اگلا قدم کیا اٹھانا تھا وہ جانتی تھی۔

★

عبیل جب المیرا کے کمرے میں داخل ہوئی تو ملکہ کو بند کھڑکی کے سامنے کھڑا پایا۔ تاج اور دوپٹہ پیچھے پستر پر بکھرا تھا اور خود المیرا کا رخ نقش و نگار والے اس کانچ کی طرف۔

''ان تینوں کو تم نے پکڑا تھا۔'' اسکے لہجے کی سختی عبیل کے لیئے انجان تھی۔

''جی ملکہ۔'' سرخ لباس اور رومال والی شہزادی کی نگاہ جھکی رہی۔

''تم کیا کر رہی تھی وہاں؟'' عبیل اسکے بدلے ہوئے انداز پر حیران ہوئی۔ ہاں وہ عورت ناقابلِ برداشت تھی مگر وہ یوں بدتمیزی سے بات نہیں کرتی تھی۔ (عبیل کو کیا علم المیرا کا اصل کتنا تمیز دار تھا)۔

''میں نے سوال پوچھا ہے؟''لہجہ بلند نہیں کاٹ دار ضرور تھا۔

''چاندنی کی موت کچھ ہی گھنٹے پہلے ہوئی تھی میں اسکی استعمال شدہ اشیاء کو اکھٹا کر کے واپس اوپر آرہی تھی جب میں نے ان تینوں کو سیڑھیاں اترتے دائیں طرف بڑھتے دیکھ لیا۔''ایک ہی سانس میں اس نے ساری کہانی کہہ ڈالی۔اگر تم اسکی پشت کے پار موجود دروازے پر دھیان دو تو وہ ہلکا سا چھوکٹ سے فاصلے پر تھا۔گل جان باہر کھڑی عبیل کی داستان سن رہی تھی۔ہر لفظ کے ساتھ اس کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ذہن میں شہزادی کا صبح والا جملہ دہرایا۔(''بائیں طرف یہاں سے ایک راستہ جاتا ہے قلعہ کے باہر وہاں سے انہیں رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔'')

عبیل کس سے غلط بیانی کر رہی تھی۔گل سے؟یا المیرا سے؟

واپس اندر آؤ تو ملکہ ابھی بھی خاموش تھی۔''تم نے جب انہیں دائیں طرف بڑھتے دیکھا تو کیا کیا؟''

www.novelsclubb.com

خادمہ عرف شہزادی نے گہری سانس لی۔ ''میں نے شور مچادیا۔ شور کی آواز پر پیچھے سے آتے حبتہ اللہ نے انہیں دیکھ لیا اور یوں وہ پکڑے گئے۔''

''کیا تم نے ان کے چہرے دیکھیں یا ان کی پشت؟'' اب وہ بہت اطمینان سے اس کی جانب پلٹی۔

''وہ میرے سامنے بھاگ رہے تھے ملکہ ان کی پیٹھ دکھی۔'' کہتے ساتھ اس نے نظریں ملکہ سے ملائیں۔ سارا حوصلہ پاش پاش ہو گیا۔ وجود پر جیسے خوف کی کپکی طاری ہوئی۔ سامنے کھڑی المیرا اپنی سبز بھوری آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔ عبیل کو یک دم ماہ کامل وہاں کھڑی دکھی۔ یوں مسکراتے ہوئے وہ بلکل اپنی بہن جیسی لگی۔

''جانتی ہو میں کون ہوں؟'' اس کا ایک قدم سامنے اٹھا عبیل کے اپنے قدم زمین پر مضبوط ہوئے۔ وہ بزدل نہیں تھی جو پیچھے کی طرف قدم اٹھاتی۔

''کہانی کار۔''ایک ہاتھ کے فاصلے پر رکتے المیرا نے سر گوشی کی۔ ''تم خوبصورت ہو بلاشبہ، معصوم بھی ہو۔''عبیل کے خوبصورت چہرے پر نمودار ہوتی الجھن نے اسے بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

''مگر (المیرا نے اسکے بالوں کو انگلیوں کی پوروں سے چھوا) کہانی گھڑنے والے کو بے وقوف نہیں بنا سکتی۔''ایک جست میں اسکی گردن دبوچتے اپنی طرف کھینچا۔ باہر کھڑی گل عبیل کی اکھڑتی سانس پر اپنی جگہ جم گئی۔

''جب تم دائیں طرف سے نکل رہی تھی اور وہ دائیں طرف آ رہے تھے تو پھر ان کی پشت کیسے نظر آئی، وہ الٹے پیر چل رہے تھے یا تم چڑیل ہو۔'' جھٹکے سے اسے آزاد کرتے المیرا پہلی بار ساری ملاقات میں دھاڑی۔ کھانستے ہوئے عبیل میز کا سہارا لیئے اپنی گردن سہلانے لگی۔

''تم جانتی تھی وہ بھاگنے والے ہیں یا نہیں؟'' ٹھوڑی کو پکڑ کر چہرہ اوپر کرتے سرد سرگوشی کی۔ عبیل نے زبان بند رکھی۔ المیرا نے انگھوٹے کی مدد سے اسکی جلد میں ناخن گاڑے۔ ہلکی سی سسکی اور ملکہ کو خود سے دور دکھیلا۔

''تم دائیں طرف جارہی تھی یا وہ؟ اور اگر نہیں جارہی تھی تو جب ساری مریضوں کی پناہ گاہ اسی راستے پر ہے تم کہاں سے نازل ہوئی۔'' جھکے سر والی لڑکے کا رومال کھل کر گردن میں جھولنے لگا۔ آنکھوں میں آتی نمی سے اسکا کاجل پھیل گیا۔ چہرہ اٹھا کر ملکہ سے نگاہ ملائی۔

''میں وہیں ہوں جہاں مجھے ہونا چاہیئے۔'' لمبی سانس کھینچی۔ ''مگر جہاں تم ہو وہاں ہمیشہ نہیں رہو گی۔'' سانس کو آزاد کرتے جیسے وہ الفاظ سے ہی المیرا پر کھولتا ہوا تیل انڈیل دینا چاہتی تھی۔

دروازے سے کان لگائی محافظ اندر جھانکنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔عبیل کے قریب آتے قدموں پر وہ فوراً دیوار کے ساتھ خالی چہرہ لیئے یوں کھڑی ہو گئی جیسے گونگی، بہری، اندھی سب ہو۔

عبیل جذباتی قدم اٹھاتی دور بڑھ گئی، گل جان تعبداری کی اعلی مثال بنی وہیں موجود رہی جبکہ گل جان سے بہت فاصلے پر باورچی خانے کے سامنے کھڑی ماہِ کامل نجانے کب سے اس سارے تماشے کو دیکھتی لطف اندوز ہو رہی تھی۔

بساط کے پرانے بازی گر نئے کھلاڑیوں کی چالیں دیکھتے یونہی محظوظ ہوتے ہیں۔

★★★★

www.novelsclubb.com

www.novelsclubb.com

باب خادم

اس کے احکامات کا سر پنچ ہوں میں

اسکی کہانیوں کا دل دست ہوں میں

رات کے اسی پہر میں دوبارہ آؤ۔الائچی اور ادرک کی مہک، جلتے کوئلے کی بو اور میز پر قلم سے دستک دینے کی آواز۔عبیل اور المیرا کے درمیان کیا ملاقات ہوئی اس سب سے بھی فاطر واقف ہو چکا تھا۔ہلکے گھونٹ بھرتے وہ خلا میں دیکھے گیا۔

''اب یہاں دو باتیں آتی ہیں.....عبیل یا تو مجھ سے سچ کہہ رہی تھی یا المیرا سے۔''

''اس نے المیرا سے جھوٹ کہا ہے۔''یونہی خلا میں گھورتے اس نے گل کے پہلے نتیجے کو رد کیا۔

'' آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟''قہوہ ختم کرتے قلم گل کے ہاتھ سے اپنی انگلیوں میں لیا۔

''پہلی بات (کاغذ پر لکھنا شروع کیا)عبیل المیرا سے شدید نفرت کرتی ہے ظاہر ہے اسے شہزادی کے درجے سے جو ہٹایا تھا تو وہ المیرا کو دھوکہ کیوں نہیں دے گی؟اور دوسری بات المیرا میں لاکھ برائیاں سہی مگر اس عورت کی باریک بینی بہت کمال

ہے۔عبیل یہاں جھوٹ کہہ رہی ہے۔"گل جان نے جیسے فاطر کی پہلی بات سنی ہی نہ ہوا۔ کہنیوں کے بل آگے ہوتے وہ مسکرانے لگی۔

"آپ المیرا کی تعریف کر رہیں ہیں؟"فاطر کے ماتھے پر بل پڑیں۔

"میں نے ساتھ اس میں لاکھ برائیوں کے الفاظ بھی استعمال کیئے ہیں۔"گل جان کے سامنے جیسے اسکے بہانے کی سرے سے کوئی وقعت ہی نہیں تھی۔آنکھیں گھماتے کچھ اور بولنے لگی جب فاطر نے ہاتھ اٹھاتے بیچ میں روک دیا۔

"مدعے پر آؤ اور وہ ہے۔"ان کے بنائے نقشے پر ایک طرف گول دائرہ کھینچا۔"تہ خانے کی بائیں طرف۔فرار کا راستہ،عبیل کا شک اور اس دنیا کے راز سب یہیں چھپے ہیں۔"گل جان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"کوئی اور سوال؟"ہاتھ جھاڑتے سامنے دیکھا۔اگر یہاں المیرا ہوتی تو کبھی وقت پر کام نہیں ہوتا۔فاطر جہاں تھا وہیں تھم گیا۔وہ المیرا کے بارے میں کیوں سوچ رہا تھا۔

''کیا آپ کو لگتا ہے عبیل ہماری اصلیت سے واقف ہے۔ میرا مطلب یہی کے ہم کہاں سے آئے ہیں۔'' فاطر نے گہری سانس لی۔ گل کبھی کبھار بہت سر کو پیٹنے والے سوال کرتی تھی۔

''اگر اسے یا کسی اور کو بھی علم ہوتا تو ہمیں یوں آزاد گھومنے دیتے؟'' اسکے تھکے لہجے پر وہ خاموش ہو گئی۔

''کل ہم اس خاندان سے ملنے جائیں گیں۔'' ہاتھ کے اشارے سے گل کو باہر جانے کا کہتے وہ قہوے کے خالی برتن سمیٹنے لگا۔ گل کی پیالی ابھی تک بڑھی رکھی تھی۔ ایک منظر فاطر اسلام کی آنکھوں سے گزرا اور کسی لہر کی مانند آگے بڑھ گیا۔

''خود ہی پیو اپنی یہ بدذائقہ چائے۔'' کھلے فضا تلے ان کا جہاز سفر کر رہا تھا جب المیرا نے اسکی ہاتھ کی بنائی چھٹی پیالی کو بے دردی سے رد کیا۔ ہر بار وہ عورت جان بوجھ کر کوئی نقص نکال لیتی۔

''جب اتنی ہی بدمزہ بناتا ہوں تو خود اٹھ کر ہاتھ پاؤں چلالو۔''ادوب کی موجودگی کی وجہ سے وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔

''ناممکن، چائے تو مجھے تمہارے ہاتھ کی ہی پینی ہے پھر چاہے چھ بار بناؤ یا چھیاسی دفعہ۔''

کھلی فضا، سورج، سبز بھوری آنکھیں سب ماضی میں غائب ہو گئے اب سامنے اندھیرا، بلند دیواریں اور ہلکی آسمانی آنکھیں تھیں۔

تسلیم کرنا مشکل تھا مگر ماضی میں زندگی تھی اور حال میں بے رونقی۔ گہری سانس لیتے اس نے خیالات کو پسِ پشت ڈالا اور قہوے سے بھری پیالی گندے برتنوں میں انڈیل دی۔

★

ہر مرتبہ قسمت کی دیوی آپ پر مہربان نہیں ہوتی۔

اپنے ارادے کے مطابق گل جان فاطر کے ہمراہ اس قیدی خاندان سے ملنے جا رہی تھی جب سیڑھیوں کے سامنے موجود دو سپاہی عورتوں نے اسے روک لیا۔اچانک کٹہرے میں کھڑے ہونے کی وجہ سے اسکی زبان تالو سے جا لگی۔ذہن جیسے بولنے کے سارے گڑ بھول گیا ہو۔المیرا نجانے یہ سب کیسے کرتی ہے۔

"میں ملکہ کے حکم پر اپنی نگرانی میں غلام سے کام کرواؤ نگی۔"فاطر اسلام جو سیڑھیوں کی ابتدا میں کھڑا تھا وہ سپاہیوں کے کندھے کے پار سے گل جان کو دیکھ سکتا تھا۔ جھوٹ بولتے ہوئے اس کا پورا وجود سر تا پیر کانپ گیا۔

"ملکہ نے ہمیں سختی سے منع کیا ہے غلام ان قیدیوں کو کھانا دینے اکیلا جائے گا۔"
سپاہی کی بات پر گل نے دانتوں سے ہونٹ کترتے مدد طلب نظریں فاطر پر ڈالیں۔وہ کیا کرتا جھوٹ تو اسکا بھی المیہ نہیں تھا۔

"انہیں جانے دیا جائے۔" یک دم آنے والی آواز پر گل جان ہڑبڑا کر پلٹی۔ "ملکہ نے میری موجودگی میں انہیں حکم دیا ہے۔" ہلکے آسمانی لباس اور قیمتی زیور پہنے ماہ کامل اس وقت فرشتہ ثابت ہوئی تھی۔

سپاہی عورتوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے رائے مانگی اور پھر اپنی مہرانی کو دیکھا۔ چاروناچار انہیں راستہ چھوڑنا پڑا۔ گل کی کمریوں اکڑ گئی جیسے کسی نے اسکے ہاتھ میں قلعہ کی چابی تھما کر کہا ہو "جا گل جی لے اپنی زندگی"۔ پیچھے تنہا کھڑی ماہِ کامل ان دونوں کو دور جاتا دیکھ رہی تھی۔ کچھ گرہیں اس نے بھی کھولنی بند کرنی تھیں۔

www.novelsclubb.com

دوسری طرف یخ بستہ زینے اترتے گل جان ہاتھوں کو رگڑتے چہک اٹھی۔

"آپ نے صحیح کہا تھا سر وہ ہمارے لیئے ضرور آئے گی۔ کل آپ کے کہے کے مطابق میں نے المیرا کی باتیں جان بوجھ کر ماہِ کامل کے سامنے سنیں تھیں۔" فاطر اسلام کا چہرہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔

''مگر آپ کو اتنا یقین کیسے تھا کے وہ آج ہمارے لیئے آئی گی؟''ان کے قدموں کی گونج ایک دوسرے میں گھل کر بے ترتیب اور بے ربط تھی۔ جیسے کوئی بے ڈھنگا سر تال ہو۔

''کامل المیرا کو بے سہارا کرنا چاہتی ہے تبھی وہ ہمیں قابو میں کرنے کی محنت کر رہی ہے۔''رک کر اسے دیکھا۔''وہ ہماری خیر خواہ نہیں اپنی بہن کی طرح خود غرض ہے۔دونوں ہی ہم سے اپنے مطلب کے کام نکلوانا چاہتیں ہیں۔''اسکی پیش گوئی پر گل جان نے ناک چڑھائی۔یہ سچ تھا کہ اسے المیرا ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔

''دبیر کا کچھ پتہ چلا؟''بائیں رخ پر مڑتے اس نے گل سے سوال کیا۔

''نہیں۔وہ کل سے قید ہے۔کہاں قید ہے؟یہ میں نہیں جانتی۔''

''پتہ کرواؤ اگر کروا سکتی ہو نہیں تو(گہری سانس لی)المیرا ہمارا آخری سہارا ہو گی۔''دوبارہ سے راستہ جا کر المیرا پر ہی ختم شد ہوتا تھا۔

وہ اب قیدیوں کے کمرے کے باہر موجود تھے۔خاموشی سے چلتے وہ سپاہی اور ان آدھے بے سدھ مردوں کے سامنے یوں ظاہر کر رہے تھے جیسے ایک دوسرے کی موجودگی سے واقف ہی نہ ہوں۔اس خاندان کو بند سرنگ کے آخری کمرے میں رکھا تھا۔لکڑی کا دروازہ کھولے جس کے دوسری طرف سلاخیں تھیں۔

نجانے کتنے برسوں سے یہاں صاف صفائی نہیں ہوئی تھی۔بدبو کی وجہ سے انہیں چہرہ ڈھکنا پڑا۔

سلاخوں پر دستک دیتے فاطر نے کھانے کے برتن جونہی چھوکٹ پر رکھے دو نہایت کمزور ہاتھوں نے اسکا مضبوط ہاتھ پکڑ لیا۔فاطر اسلام نے چہرہ اٹھایا تو سامنے اس بچے کی ماں نم آس بھری نگاہوں سے اس مرد کو دیکھ رہی تھی۔

اکتیس سالہ آدمی یک دم گیارہ سالہ بچہ بن گیا۔

وہ عورت بول نہیں سکتی تھی۔ممتا کے لیئے زبان کی قید واجب بھی نہیں۔ہاتھوں کے اشاروں سے وہ یقیناً اپنی اولاد کی خیریت کی خبر مانگ رہی تھی۔

فاطر اسلام شل بیٹھا رہا۔اسکی ماں نے تو ان تمام ماہ میں کسی سے اس سے خیریت نہیں پوچھی؟شوہر سے ہونے والی ہر ملاقات میں وہ بس اپنے حصہ کی جائدات یا طلاق کی بات کرتی تھی۔

"آپ کا بچہ ٹھیک ہے۔ہم اس کا دھیان رکھ رہیں ہیں۔"گل کے کہیں کچھ الفاظ اس عورت پر امرت بن کر نازل ہوئے تھے۔دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے وہ نجانے کون سی دعا مانگنے لگی۔

فاطر نے نگاہ باقی دو بے سدھ لیٹے وجود پر ڈالی۔کپڑے سے ڈھکے چہرے کی وجہ سے صرف اسکی خم دار پلکیں اور چمکتی نگاہیں ہی دکھ رہیں تھیں۔اس عورت نے دوبارہ فاطر کا ہاتھ پکڑا۔اس مرتبہ بے بسی یا بے چینی نہیں بلکہ شکر گزاری اور امید میں۔ہاتھوں سے کچھ اشارے کرتی اسکے چہرے کے ہر تاثر میں ممنویت تھی۔

"یہ آپ کو شکریہ ادا کر رہی ہے۔"فاطر نے نا سمجھی سے گل کو دیکھا۔اسے اشاروں کی زبان کب سے آتی تھی۔

"مجھے شروع سے مختلف چیزوں میں دلچسپی رہی ہے یونہی ایک زمانے میں sign language کے کچھ اہم اشارے بھی سیکھیں تھے۔" فاطر اس سے متاثر ہوا تھا یا نہیں اس نے ظاہر نہیں کیا۔ لباس کی جیب میں سے ایک رومال نکالتے اس عورت کی طرف بڑھایا۔ باقی دو سو رہے تھے اور یہ ان کے پاس واحد موقع تھا۔

"میں صرف ایک نام پوچھوں گا۔ اپنی انگلیوں کی مدد سے اسے اس کپڑے پر لکھنا۔ یہاں سے فرار کا راستہ کس نے بتایا تھا؟" لب چباتے وہ سلاخوں کے پار بیٹھی گہری بھوری رنگت والی عورت کو دیکھنے لگا جس کا انداز یک دم ہی بدل گیا۔ تشکر اور خوشی کے بجائے وہاں اب کشمکش اور جھجک تھی۔

"کسی کو بھنک بھی نہیں پڑے گی۔ لیکن اگر تم نے ہماری مدد نہ کی تو تم سمیت بہت جلد ہم بھی یہاں ماریں جائیں گیں۔" عورت نے پلٹ کر اپنے شوہر اور اسکی بہن کو دیکھا۔ ناخن کو کترتے وہ جیسے خود سے ہی جنگ لڑ رہی تھی۔ فاطر کا صبر ہر

گزرتے لمحے پہلے سے کم ہونے لگا۔اس سے پہلے کے وہ پھٹ پڑتا گل نے قیدی کو مخاطب کیا۔

"کیا وہ بوڑھی عورت تھی جو تم لوگوں کے ساتھ والے بستر پر رہتی ہے؟" خاموش عورت کی آنکھیں سوال میں چھوٹی ہوئیں۔"اس نے ہمیں تمہارے بیٹے جمین کا سامان فراہم کیا ہے۔کیا اسی نے ہی مدد کی تھی؟" کچھ یاد آنے پر اس عورت نے فوراً گردن نفی میں ہلائی۔فاطر بہت غور سے اسکے چہرے پر نجانے کیا ٹٹول رہا تھا جب اچانک اسکی زبان سے ادا ہوا۔

"کیا رانی کامل نے مدد کی تھی؟" عورت کے چہرے کا رنگ یوں نچڑا جیسے آسیب دیکھ لیا ہو۔سانس روکے وہ سامنے دیوار کو دیکھنے لگی۔فاطر اسلام کے ذہن میں چلتے اندیشوں کو کوئی دھیرے دھیرے ہوا دے رہا تھا۔ اس عورت نے آخر تک اپنے مددگار کا نام نہیں اگلا مگر کامل کے ذکر پر جو کچھ لمحات کا خوف اس بے زبان کی آنکھوں میں آیا تھا وہ بغیر کسی جملے کے بھی بہت کچھ کہہ گیا۔

''کیا تمہارا مددگار جانتا ہے کے ماہِ ملکہ میں ہم سب کا دشمن کون ہے؟''عورت نے چہرہ پھیر لیا۔ گل کی بے چینی بڑھنے لگی۔

''کیا رانی کامل ہماری دشمن ہے؟''بنا جواب دیئے وہ عورت رینگتے ہوئے اندھیرے کی طرف جانے لگی۔ہاں مگر اس کی چال میں ڈگمگاہٹ واضح تھی۔

''کیا رانی کامل تم لوگوں کے فرار کے متعلق جانتی تھی؟''گل ناخن کترتے ہوئے فاطر کو دیکھتی رہی۔وہ مر در کے بنا سوال کرتا گیا۔

''کیا شہزادی عبیل اور رانی کامل ایک ساتھ ملیں ہوئی ہیں؟''

''کیا تمہاری مدد کرنے والا ملکہ کے خاص لوگوں میں سے ہے؟''

''تم فرار ہو کر کہاں جا رہے تھے؟''

''تمہارا بیٹا میری سرپرستی میں ہے جواب نہیں دو گی تو نقصان تمہارا ہو گا؟''اسکا آخری سوال اتنا اچانک تھا کہ گل نے بے دھیانی میں اپنی انگلی کاٹ لی۔ہلکی سی

سسکی نکلاتے اس نے دم بخود بیٹھی عورت کو دیکھا۔ فاطر اسلام کے چہرے پر پختگی تھی جبکہ اس عورت کی نگاہ میں بے یقینی۔ یہ مرد توان کا خیر خواہ تھا پھر نوچنے والوں کی صف میں کب شامل ہوا؟

"اپنے خاندان سے مشورہ کرنا چاہتی ہو تو کر لو مگر یاد رکھنا جمین کھانا تک میرے ہاتھ سے کھاتا ہے۔" رومال کو جیب میں اڑستے اسکا جملہ جھلستے کمرے میں یخ بستہ جھونکے کی مانند تھا۔ اپنی آزادی کے عوض وہ کبھی کسی انسان کو غیر محفوظ نہ کرتا مگر مجبوری اور لالچ نے کب کسی پر رحم کھایا ہے۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب ملکہ

جنگ کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ آج سے تقریباً چھ دن بعد وہ بحری جہاز کے سفر سے اپنے ملک جاسوس بھیجیں گیں۔ ان کے پاس نفری اور سپاہیوں کی تعداد اب بھی گنتی کی

ہی تھی چناچہ دشمن کو زیر کرنے کا بہترین طریقہ اندر سے اسکی جڑیں کھوکلی کرنے کا تھا۔

اس وقت بھی ہال میں کماری لڑکیوں کو جمع کیئے مشق کروا رہی تھی جبکہ ملکہ دوسری منزل کی بار سے نگار سمیت بیٹھی دکھ سکتی تھی۔ سامنے مصر کا نقشہ پھیلائے نگار قلم کی مدد سے اہم مقامات کی نشاندہی کر رہی تھی۔ المیرا ہر دو گھڑی بعد جمائی لیتی اپنی عدم دلچسپی کا اظہار کرتی۔ نگار کمال ضبط سے سب نظر انداز کیئے بڑی بہن ہونے کی اعلی مثال بنی تھی جب المیرا کے کندھے کی طرف سے آتی ماہِ کامل کے دیدار نے اسکا سارا دن غارت کر دیا۔

www.novelsclubb.com

قریب آتے کامل نے تعظیم دی۔ سنہری بالوں کو خوبصورتی سے سجائے دوپٹے کا پلو جو بس برائے نام لگا تھا وہ اب اپنی دونوں بہنوں کے درمیان کھڑی تھی۔

"حملے کی تیاریاں مبارک ہوں ملکہ۔ خدا نے چاہا تو سب بہتر ہو گا۔" المیرا جواباً مسکرائی۔

''ویسے ابھی کچھ دیر پہلے میں نے آپ کی محافظ اور سابقہ خادم کو ان فرار ہوتے مجرمین کے پاس جاتے دیکھا ہے۔''المیرا اپنی جگہ پر بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ نگار کے ماتھے پر کچھ بل آئیں۔

''غالباً وہ جھوٹ کہہ رہیں تھیں کہ آپ نے ان کو اجازت دی ہے۔آپ کیوں کسی عام اور ادنی سے ملازم کو اتنے اہم قیدیوں سے یوں اکیلے ملنے دیں گیں۔''کامل نے ہمدردی سے گردن جھکادی۔المیرا کو یوں لگا جیسے کسی نے بیچ چوراہے میں اسے اکیلے چھوڑ دیا ہو۔اتنے لوگوں میں اسے اپنا آپ تنہا محسوس ہوا۔تو سب اسے واقعی چھوڑ گئیں ہیں؟اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود بھی اسے چھوڑ دیا گیا۔

''نہیں۔میں نے اجازت۔۔۔نہیں دی۔''بہت حوصلہ لگا تھا ان کچھ الفاظ کی ادائیگی میں۔وہ ان کی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ہاتھ چھڑوا کر جانے والوں کی مدد نہیں کرتے.....بس فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔مگر المیرا ایسی نہیں،ہاتھ چھڑوا

www.novelsclubb.com

کر جانے والوں پر فاتحہ پڑھنے سے پہلے وہ انہیں قبر کی گہرائیوں تک دفنا کر آتی ہے۔

★

نو سال قبل، اوکاڑہ، پاکستان

اسے نہیں یاد پڑتا اس قدر سج سنور کر وہ کب کسی کے سامنے آئی تھی۔ گہرے بنفشی ٹشو کی کامدار شلوار قمیض پر اپنے لمبے بالوں کو کمر پر پھیلائے، ہلکے پھلکے مے کپ میں سترہ سالہ المیرا عنایت محسن حسین ترین نہ صحیح مگر قابلِ نظر ضرور لگ رہی تھی۔ گھر کا بیٹھک چھوٹا اور گرم تھا جس میں ایک صوفے پر نیرہ تھی ساتھ والے پر محسن حسین بیٹھے اپنے دوست سے اونچے قہقہ لگا رہے تھے۔ ان کے علاوہ کمرے میں ایک طرف رافیہ اور المیرا تھیں جبکہ دوسری جانب اسی دوست کی بیوی اور ایک بیٹا موجود تھے۔

محسن کے مطابق اب انکی اپنے فرض کی ادائیگی کی عمر آچکی تھی۔ سترہ سالہ المیرا جس کے کالج کا دوسرا سال ابھی کچھ ماہ پہلے ہی شروع ہوا تھا اپنے رشتے کے لیئے یہاں شو پیس بنی بیٹھی تھی۔

کچھ دیر وہاں بٹھا کر جبراً ہونٹوں پر ایک پر سکون مسکراہٹ سجائے رکھنے کے بعد اسے باہر بھیج دیا گیا۔ گھر کی پچھلی طرف بنی مختصر سی کیاری سے کچھ ہی دور لوہے کا جھولا موجود تھا۔ کیاریوں کے سر پر کھڑے وہ یہاں عقبی کی گمشدہ گیند تلاش کرنے آئی تھی جب قدموں کی چاپ پر بے اختیار چہرہ پھیرا۔

اسکے ابا کے دوست کا بیٹا یا یوں کہا جائے المیرا کا ہونے والا شوہر شیشے کے دروازے میں کھڑا تھا۔ نیلی رنگ کی شرٹ تلے بھوری ڈریس پینٹ، شکل وصورت میں وہ خوش شکل تھا مگر قد بمشکل المیرا سے دو تین انچ ہی زیادہ۔ بنفشی لباس والی لڑکی اسے نظر انداز کرتے دوبارہ اپنی کھوج میں لگ گئی۔

''مجھے انکل نے بھیجا ہے کہ اگر کچھ بات کرنی ہے تو میں کر لوں۔''موٹر چلنے کی آواز کامران نامی اس لڑکے کی آواز کو دبا رہی تھی۔المیرا خاموش رہی۔جھجک تھی یا کیا کامران نے کندھے کے پار سے دیکھا کہ کہیں کوئی آ نہ جائے۔

'' آپ ابھی کالج میں ہیں نا؟''چھوٹے چھوٹے قدم لیتا وہ جو لہے کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''ہو نہہ۔''المیرا اب کیاری کے قریب بیٹھی ہاتھ سے ہی مٹی ادھر ادھر کرنے لگی۔

''اچھا! مگر آپ اپنی عمر سے تھوڑی بڑی لگتی ہیں۔''ہنستے ہوئے ماحول ہلکا پھلکا کرنا چاہا۔المیرا نے اپنی حرکات روکتے سر اٹھایا۔''نہیں میرا مطلب.....ایسا ویسا کچھ نہیں تھا بس یونہی۔''ہاتھوں کو ملتے اپنی ذہنی خلفشار کو قابو کیا۔

''آپ کو ایسا کیوں لگا۔'' بلا آخر بال ہاتھ میں تھی۔ کامران کی طرف پلٹتے وہ کرکیٹ کی ہارڈ بال کو مٹی سے لدھے ہاتھوں میں اوپر نیچے اچھال رہی تھی۔

کامران نے بے اختیار ڈھیر سارا تھوک نگلا۔

''میں نے آپ کی تصویر دیکھی تھی (نظروں کے کنارے سے بال اچھالتی ڈائن کو دیکھا) اس میں تو آپ.... اہم کافی دبلی پتلی سی تھی۔'' یہاں المیرا کا بال اچھلاتا ہاتھ رکا وہاں کامران کی دھڑکن۔ ''ہو سکتا ہے وہ پرانی تصویر ہو۔ مگر حقیقت میں آپ اس جیسی نہیں۔'' کانپتے ہاتھوں کو پینٹ کی جیب میں چھپا لیا۔

''اس جیسی؟'' سبز بھوری نگاہوں میں خالی پن تھا۔

''ہاں وہی تصویر جیسی۔ دیکھیں میری بات کا غلط مطلب مت لیجئے گا آپ کافی خوبصورت ہیں مگر.... (سر تا پیر المیرا کو دیکھا) وزن تھوڑا زیادہ ہے مجھے شادی سے مسئلہ نہیں، نہیں نہیں۔ محسن انکل کے بڑے احسان ہیں ہم پر انہیں کی وجہ سے ہی تو میرا بھائی باہر گیا تھا۔'' المیرا آنکھیں چھوٹی کیئے اسے بہت غور سے سن رہی تھی۔

''میں اس شادی سے انکار نہیں کرونگا۔آپ بے فکر رہیں میں آپ سے شادی کرلونگا مگر....اگر آپ پہلی جیسی ہو جائیں۔''

''پہلی جیسی؟''گیند کا رخ تبدیل ہوا اب وہ فرش پر اچھلاتی اپنے ہاتھ میں لے رہی تھی۔ نظر ایک بھی سیکینڈ کے لیئے اِدھر اُدھر نہ ہوئی۔

''ہاں ویسی ہی.....پہلی جیسی۔''کامران نے چہرہ اٹھایا تو جولہے کے دوسری طرف کھڑی لڑکی اب فرش سے لگتی سرخ گیند کو دیکھ رہی تھی۔پانی کی موٹر کے چلنے کی آواز، گیند کی زمین سے ٹکرانے کی دھمک اور اسی وقت ایک کوے کی منڈیر پر موجودگی اسکے اوسان خطا کرنے لگی۔

''آپ میرے سے شادی نہ کریں۔''المیرا کے بے فکر لہجے پر کامران ہنس پڑا۔

''ایسے کیسے انکار کردوں۔ان کے بڑے احسان ہیں ہمارے خاندان پر۔''المیرا نے کوے کو دیکھا۔

"کوئی وجہ نہیں آپ کے پاس؟"

"کوئی وجہ نہیں میرے پاس۔" مسکراتے ہوئے المیرا کو دیکھتے یک دم اسے خطرے کی گھنٹی بجتی دکھی۔ جیسے آپ کی چھٹی حس یک دم چوکنا ہو جائے۔ جلد کے بال کھڑے ہونے لگیں اور جسم کا درجہ حرارت بڑھ جائے۔

"وجہ نہیں ہے (گیند ہوا میں اچھالی) تو وجہ بنا لیتے ہیں۔" جہاں گیند آ کر اسکے ہاتھ میں رکی وہیں المیرا نے پوری شدت سے وہ ہارڈ بال کامران کے چہرہ پر دے ماری۔ آنکھ سے اتنی بھاری بال لگنے کی وجہ سے وہ وہیں کراہتا گھٹنوں کے بل جھک گیا۔

سارے احسان مٹی مٹی ہو گئے۔ وہ اونچی آواز میں المیرا سمیت اسکے سارے خاندان کو گالیاں دینے لگا۔ شور کی آواز سنتے دھیرے دھیرے سب وہاں جمع ہو گئے۔ کامران کے ماں باپ اب المیرا اور محسن کو کوس رہے تھے جبکہ اس کا باپ شل سا ایک کونے میں کھڑا تھا۔ رافیہ منہ پر ہاتھ رکھے حیران تھی جبکہ نیرہ بیگم کی بیزاریت سے بھری نگاہیں کچھ ہی دور کھڑی لڑکی پر تھیں۔

ہیزل آنکھوں میں شیطانی مسکراہٹ آئی۔

"میری ڈولی سے پہلے تمہارا جنازہ اٹھے گا۔" صبح تیار ہونے کے بعد یہ وہ پہلے الفاظ تھے جو اس نے عرصے بعد نیرہ سے کہتے ان کے درمیان خاموشی کی بنی دیوار گرائی۔ دور کھڑے مسکراتے ہوئے وہ للکار رہی تھی کہ "تم جتنے مردوں کو لاؤ گی میں سب کو یونہی بھگا دونگی۔ میں حسنہ نہیں ہوں جسے تم آسانی سے ختم کر دو۔"

★

حال

کتب خانے کی طرف بڑھتے اس کے قدم تیز تھے یوں جیسے معاملہ فہمی نہیں معملہ شکنی کرنے جا رہا ہو۔ ہلکے بھورے جلبیہ اور کمر کے گرد سیاہ سفید کیفیہ باندھے فاطر اسلام نے ایک جست سے کتب خانے کے پردے ہٹائے۔ سنہری گول میز سے لگیں کھڑی ملکہ یک دم چوکنا ہو گئی۔ آنکھوں میں جہاں بے سکونی تھی اب وہیں

غصہ پناہ گزین تھا۔ ملکہ کے پیغام پر ہی وہ یہاں موجود تھا۔ جانتا تھا المیرا کو کوئی نہ کوئی مخبری کر ہی دے گا۔ تب تک اسے بس جذبات سے کھیلنا ہے۔

"گل کے ساتھ کیا گل بکھیر رہے ہو؟" اسکی طرف پیٹھ کیئے وہ کتابیں ٹٹولنے لگا۔

"وہی جو تمہارے ساتھ نہیں بکھیر سکا۔" بات بھی عام، کہنے کا انداز بھی کچھ انوکھا نہیں..... پھر بھی نجانے کیوں المیرا عنایت محسن کی دھڑکن بے قابو ہوئی۔

"اگر تمہارے ساتھ بکھیر لیئے ہوتے تو اب تک یہاں سے فرار ہو چکا ہوتا۔" پلٹ کر اجنبی نظروں سے دیکھتے اس نے المیرا کی اندرونی کیفیت پر پانی پھیر دیا۔

جہاں وہ اسے اردو میں سوال کر رہی وہیں وہ عربی میں جواب دے رہا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میری مدد کے بنا تم لوگ یہاں سے بھاگ سکتے ہو؟" وہ اب کتابوں سے سجی الماری میں کتابیں ترتیب سے لگانے لگا۔

"تمہیں خود پر اتنا غرور کیوں ہے؟" جھکتے ہوئے ایک گری ہوئی کتاب اٹھائی۔

"غرور نہیں حقیقت ہے۔ نگار کے سامنے کامل تمہارے اور گل کے بارے میں بتا کر گئی ہے جانتے بھی ہو اسے کتنی مشکل سے سنبھالا ہے میں نے۔" گھوم کر آتے وہ الماری کی دوسری طرف کھڑی ہوئی یوں کے خالی خانے میں سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

"میں نے تو تم سے احسان نہیں مانگا۔ نگار سوال کرتی تو میں جواب دینے کی طاقت رکھتا ہوں۔" ایک موٹی جلد والی کتاب رکھی تو المیرا کا آدھا چہرہ چھپ گیا۔

"نگار سوال سے پہلے گردن حلال کرتی۔" وہی کتاب دوسری طرف سڑکاتے اس نے فاطر کا مکمل چہرہ دیکھا۔

"تو یہ میرا مسئلہ ہوا، تم کیوں فکر مند ہو رہی ہو؟" المیرا کے ہاتھ سے کتاب چھینتے وہ درشتی سے کہتا آگے بڑھ گیا۔ وہ پتھر کا بت بنے وہی الماری کے سامنے کھڑی رہ گئی۔ وہ فکر مند ہو رہی تھی؟ اس خیال نے جیسے اس کے اندر بیشتر سوالات کو جگا دیا تھا۔ وہ کہاں کسی کے لیئے فکر مند ہوتی ہے۔

کچھ دیر خاموشی میں گزر گئی۔فاطر کتابوں کو ترتیب دیتا رہا،المیرا اپنے جذبات کو۔

"تم۔۔۔۔تنہا۔۔۔مارے جاؤ گے۔" باہر کے راستے کی طرف بڑھتے اس نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کم از کم وہ موت تمہارے ہاتھوں سے تو نہیں آئے گی۔" تلخی سے کتابیں پٹختے وہ کتب خانے میں غائب ہو گیا۔المیرا چہرہ پھیرا اسے دھول سے اٹھتی کتابوں میں گم ہوتا دیکھتی رہی۔شروعات سے پہلے کہانی کا اختتام ہو گیا۔انہیں کتابوں میں فاطر کے آنے کے بعد وہ آرامدہ ہو جاتی آج یہی کتابیں اسے منہ کھولیں نگلنے کو آرہی تھی۔

www.novelsclubb.com

ریشمی اڑتے ہوئے پردوں کے سامنے کھڑے اسے یہ بات معلوم ہو گئی کہ انسان سب کی داد وصول نہیں کر سکتا۔کچھ لوگوں کو آپ چھینے،توڑیں،مجبور کریں وہ کبھی اپنی منزل تبدیل نہیں کرتے۔اس چھوکٹ کو پار کرنے کے بعد آج سے اسکا ہر راستہ فاطر اسلام کی موجودگی سے خالی ہو جائے گا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب محافظ

قلعہ کا ایک کونا صاف صفائی اور غسل خانے کے طور پر مختص تھا۔ اسی کے اندر ایک طرف کپڑے دھونے اور سکانے کا انتظام بھی مہیہ تھا۔ بالوں کو اونچے جوڑے میں باندھے عینک درست کرتی گل جان انہیں غسل خانوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔

وجہ، عبیل سے معلومات نکلوانا۔اندر داخل ہونے پر ایک طرف لکڑی کے کمروں کے پیچھے غسل خانے تھے اور دوسری طرف کچھ مرد عبیل کی سربراہی میں کپڑے دھو رہے تھے۔جامنی لباس اور سرخ رومال اپنی موٹی چٹیا کے گرد باندھے عبیل کسی کی موجودگی کے احساس پر پلٹی۔

آنکھوں ہی آنکھوں میں گل جان کو سلام کرتے اس نے سرتاپیر اس سپاہی کو دیکھا جو اپنی مشق چھوڑے یہاں کھڑی تھی۔ہاتھ میں تھاما ملکہ کا لباس گندے کپڑوں کے ڈھیر پر اچھالتے وہ ان لڑکوں کو کچھ ہدایات دینے کے بعد گل کے ہم قدم ہولی۔

www.novelsclubb.com

غسل خانوں کی پچھلی طرف کچھ سیڑھیاں موجود تھیں جن کے اختتام پر کوڑے دان تھے۔سیڑھیوں کی دیوار سے ٹیک لگاتے عبیل اندھیرے میں ہوئی۔

"کیا پیغام لائی ہو؟" سر اٹھا کر گل کو دیکھا جس کی پشت روشنی کا راستہ روک رہی تھی۔گل جان دو سیڑھیاں اتر کر نیم اندھیرے میں آئی۔

"تم نے اس دن مجھے بتایا کہ اپنے سوال کا جواب تمہیں مل چکا ہے۔"عبیل نے ہاں میں گردن ہلائی۔"کس نے شک دور کیا تمہارا؟"اندھیرے میں کھڑی لڑکی محبت سے اپنے بالوں کو انگلیوں کی پوروں سے چھو رہی تھی۔تاثرات میں ٹھہراؤ تھا۔

وقت کا علم کسے تھا۔دن رات کب ہو رہی تھی۔ہوش بے ہوشی کب آ جا رہی تھی۔اپنا جسم اسے اپنا نہ لگا۔سانس کی نالی اسے ناکارہ محسوس ہوئی۔ٹانگیں یوں (کے کسی نے کاٹ کر ان کا وجود مٹا دیا ہو۔

"کیا تمہیں بھی کوئی شک ہے؟"سوال کے بدلے سوال کیا۔

"جو پوچھا ہے پہلے وہ بتاؤ۔"بیزاری سی تھی۔"تمہارا شک کس نے دور کیا۔"

"ماہِ نگار جی نے۔"عینک کے پار آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔عبیل نے دونوں ہاتھ کمر پر باندھ لیئے۔"انہوں نے مجھ سے کہا میں فالتو سوچوں سے دور رہوں۔میں وہیں ہوں جہاں مجھے ہونا چاہیئے تھا اور تم بھی وہیں ہوں جہاں تمہیں ہونا

چاہیئے۔"خشک لبوں پر زبان پھیرتے وہ اپنے اگلے سوال کے لیئے الفاظ تلاش کرنے لگی۔

کتنے دنوں بعد اس لیٹے ہوئے وجود کو کسی نے بٹھانے کی زحمت کی تھی۔گہرے سانس لیتے وہ پسینے کو چہرے پر سے پھسلتا محسوس کر سکتا تھا۔قدموں کی آواز سے (پہلے آنے والی روشنی نے اسکے اعصاب قدرے بیدار کیئے۔

" اگر یہ ہمارا صحیح مقام ہے تو تمہارے مطابق (اس نے تھوک نگلا) غلط کیا ہے؟"عبیل کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔

" اگر سچ کا وجود یہ ہے تو تمہارے نزدیک جھوٹ کیا ہے عبیل۔"اس خوبصورت لڑکی کے تاثرات الجھے ہوئے تھے۔گل کی باتیں اسکے سر کے اوپر سے گزریں۔

" وہی.....جہاں تم نے زندگی ضائع کی۔"اندھیرے کے باوجود اس کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔پسِ منظر میں گڑھیال کی آواز نے جیسے عبیل کو کسی اور دنیا میں پہنچا دیا ہو۔ ایک بھی لمحہ ضائع کیئے بنا وہ گل کی ایک طرف سے ہوتے بھاگنے

لگی جب محافظ نے مضبوطی سے اسکی کہنی تھام لی۔عبیل کے چہرے پر اب غصہ تھا۔

"تم جانتی ہو منصف کہاں ہے؟"دبیر کے ذکر پر عبیل کا غصہ دوگنا ہوا۔

"وہیں جہاں زندگی کو ضائع کیا جاتا ہے۔"گل کے ہاتھ سے اپنی کہنی چھڑواتے وہ شہزادی اپنا لباس سنبھالے راہداری میں غائب ہو گئی،یوں کہ بارہ بجے اس کا راز کھلنا ہو۔ابھی ہوئی گفتگو کو ذہن میں دوہراتے اسے نہ سر سمجھ آیا نہ پیر۔ماہِ ملکہ پہیلیوں کی بھی ملکہ تھی۔

ہانپتے ہوئے یا اگر سچ کہا جائے تو زندگی سے سانسیں ادھار مانگتے ہوئے اس نے)

سلاخوں پر نظریں لگائیں۔

چوڑے کندھوں والے کسی قد آور وجود کا سایا پیچھے دیوار پر بنا۔

"کھانا منصف اعلی!" کھانے کے برتنوں کو زمین پر رکھتے کماری نے دروازہ ہلکا سا بجایا۔)

★

ناامیدی اسکے چہرے پر صاف لکھی تھی۔ذہن میں عبیل کے باتوں کی جوڑ توڑ کرتے وہ فاطر سے ملنے کی نیت سے کتب خانے کی طرف بڑھی جب سیڑھیوں پر ہی اس کا کسی سے ٹکراؤ ہوتے ہوئے بچا۔رانی ماہِ کامل اسکی عافیت درفیات کرتے فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

" معذرت مہرانی۔" مختصر سی تعظیم دیتے وہ ایک طرف سے نکلتی اوپر بڑھی ہی تھی جب کامل کے اگلے الفاظ نے اسے بے اختیار روک لیا۔

" منصف کچھ دنوں تک آزاد ہو جائے گا۔" گل نے آنکھیں چھپکتے نادانی سے پیچھے دیکھا۔کامل نے کہا کچھ نہیں بس مسکرا کر اسکا بازو تھپکتے آگے بڑھ گئی۔

"خوب محنت کرو۔" گل ہونقوں کی طرح پیچ سیڑھیوں پر کھڑی رہ گئی۔ یا تو یہاں سب پاگل تھے یا اسے پاگل سمجھتے تھے۔

" المیرا کی بہن ہے، سر پھری ہی ہو گی۔"

★

بھاری ذرے کی موجودگی اسکے قدموں کو سست کرنے کی وجہ بن رہے تھے۔ لمبے ڈگ بھرتی جب وہ کتب خانے کے پردے ہٹاتی اندر آئی اسے عین بائیں طرف فاطر اسلام کچھ نقشوں پر جھکا دکھا۔

" عبیل کو دبیر کے بارے میں نہیں پتہ۔"..... "کامل دبیر کو رہا کروا دے گی۔"

دونوں نے بیک وقت دو الگ جملے کہے۔ مقصد ایک، معلومات مختلف۔

" کامل ابھی آپ سے مل کر گئی تھی؟" میز کے ایک سرے سے ٹیک لگاتے اس نے نقشے پر ہاتھ پھیرتے مرد کو دیکھا۔

"ہاں (نظر اٹھائی) بلکل ویسے جیسے ہم نے نتیجہ نکالا تھا۔"

ان کے ارادے کے مطابق کامل کو پھانسنے کا ایک واحد طریقہ یہی تھا کہ اس پر اپنی بے صبری ظاہر کرنا۔ وہ ضرور ان کے راستے کا کانٹا بننا چاہے گی اور جب فاطر المیرا سے صاف کنارہ کشی کر لے گا ماہِ کامل ان کی مفلسی کو اپنی خوش قسمتی تسلیم کرتے ضرور مدد کا ہاتھ بڑھائے گی۔

"مگر اسے کیسے علم ہوا کہ میں بھی دبیر کو ہی ڈھونڈ رہی ہوں۔" انگلی سے ٹھوڑی پر دستک دیتے وہ کتابوں کے سرورق پڑھنے لگی۔

"مشکل نہیں، تم میرے ساتھ ہی تو کام کر رہی ہو۔" اپنی پشت کے ساتھ کسی شے کے ٹکرانے پر گل نے گردن جھکا کر پیچھے دیکھا۔ فاطر اسلام بظاہر تو نقشوں کو الٹ پلٹ کرنے میں مصروف دکھا مگر ایک ہاتھ کی مدد سے وہ گل کی جانب کپڑے میں لپٹی ایک ننھی کتاب بڑھا رہا تھا۔

"ماہِ کامل آپ سے کیا کہہ رہی تھی؟" نا سمجھی سے ادھر ادھر دیکھتے اس نے فاطر کا اشارہ سمجھتے کتاب اٹھاتے اپنے لباس میں چھپالی۔

"وہ چاہتی ہے ہم المیرا کو ملکہ کے مقام سے ہٹادیں تو ہی وہ ہمیں بھگائے گی اور۔" تہہ شدہ کاغذات کے پلندے پر سے دھول صاف کرتے فاطر اسلام نے لاپرواہی سے کہا۔

"اور؟" گل ساتھ ساتھ احتیاط سے دونوں ہاتھوں میں وہ کتاب چھپائے کھولنے لگی۔

"دبیر کو آزاد کروائے گی۔" کچھ دیر تک وہ پلک نہ چھپک سکی۔ یہ کیسا سودا تھا؟

"مگر ہمیں واپس اپنی دنیا میں جانا ہے صرف یہاں سے بھاگنا نہیں۔" کتاب کے اوپر سے دیکھا۔

"وہ بھی تب ہی ممکن ہے جب ہم اس دنیا کو سمجھیں گیں۔" فاطر نے آنکھ کے کنارے سے اسے دیکھا۔

"تو (کتاب کے صفحات پلٹائے) اگلا قدم کیا ہو گا؟"

"آج رات تک بتاتا ہوں۔" بس ایک نگاہ گل پر ڈالی اور وہاں آتے خوف و حراس کو دیکھتے اس نے چہرہ پھیر لیا۔ وہ جانتا تھا کاغذ پر لکھے الفاظ ہضم کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔

"وہ دبیر کو آزاد کروا دے گی۔" ناکام ہو کر ہاتھوں پر سے دھول صاف کرتے کہا۔

"اسے معلوم ہے دبیر کہاں ہے؟" تیزی سے صفحے آگے پیچھے کیئے مگر کتاب خالی تھی سوائے ان ابتدائی کچھ صفحات کے۔

www.novelsclubb.com

"یہ نہیں بتایا مگر کہہ رہی تھی کے پتہ کروالے گی۔"کتاب بند کرنے والی گل کتاب کھولنے والی گل سے یکسر مختلف تھی۔بہادری اور بزدلی کے درمیان ایک پتلی لکیر پر اس وقت گل جان کا وجود آگے پیچھے جھول رہا تھا۔

"مگر وہ المیرا کو ہٹانا.... چاہتی کیوں ہے؟"ہونٹوں کے اوپر جمع ہوتا پسینہ صاف کیا۔فاطر کمر پر ہاتھ رکھے سامنے بکھرے پھیلاوے کو دیکھ رہا تھا۔گہری سانس باہر نکالتے وہ کچھ دیر پہلی ہوئی ملاقات دہرانے لگا۔

کچھ بیزار لمحات پہلے

وہ یہاں تہ خانے کا نقشہ ڈھونڈنے رکا تھا۔معلوم تھا کے یہ ایک بے کار کوشش ہے مگر کامل کے آنے سے پہلے اسے خود کو مصروف رکھنا تھا تو یونہی صحیح۔

"جاسوس،خادم اور اب دغا باز.....کتنے نام ہیں تمہارے۔"داخلی دروازے سے آتی کامل کی آواز پر وہ زیرِ لب مسکرایا۔صحیح ثابت ہونے کا نشہ ہی کچھ اور ہے۔

"ویسے ہو تم جرائت مند تبھی چاہتی ہوں اپنے گھر پہنچ جاؤ۔"کتب خانے میں ایک طرف قلم اور دوات سے بھری الماری سے ٹیک لگاتے اس نے فاطر کو داد دی۔

"تمہارا کیا بھروسہ،اپنی بہن کی طرح استعمال کر جاؤ۔"بغیر رخ پھیرے کہا۔

"المیرا تمہیں استعمال کرتی ہے کیونکہ وہ تمہیں چھوڑ نہیں سکتی۔بے فکر رہو مجھے تم سے ایسا کوئی لگاؤ نہیں۔"اسکے پہلے جملے کو مکمل نظر انداز کرتے فاطر نے کندھے کے اوپر سے جھانکا۔

"تم المیرا کو تنہا کرنا کیوں چاہتی ہو؟"یہ سوال اسے پچھلی دو راتوں سے مسلسل چھیر رہا تھا۔آخر ایسا کیا ہے المیرا میں۔

"میں اس کی جگہ آنا چاہتی ہوں۔"فاطر نے نا سمجھی سے آنکھیں چھپکائیں۔"میں انیسویں ملکہ ماہ بننا چاہتی ہوں۔"اب کے اس آدمی کو حقیقتاً اسکی دماغی حالت پر شک ہوا۔تو بی بی پہلے چھوڑ کر کیوں گئی تھی۔دل ہی دل میں خود سے کہا۔

"میں نے تین دن کا وقت دیا تھا۔ تین دن آج پورے ہو جائیں گیں، سوچ سمجھ کر فیصلہ لو۔" ہاتھ میں موجود نگینوں کو اتار کر دیکھتے وہ خاموش ہو گئی۔

فاطر سوچ میں پڑ گیا۔ "پچھلی مرتبہ تم نے مجھ سے کہا تھا آزادی کی قیمت زندگی کی نقد ہے۔ ہماری آزادی کی قیمت کیا ہو گی؟" اسکا لہجہ خالص کاروباری تھا۔

ماہِ کامل کے خوبصورت ماتھے پر بل پڑے۔ "المیرا سے دغا بازی۔" فاطر اسلام آنکھیں چھوٹی کیئے اسکی ہر حرکت پڑھتا ہجے کرنے لگا۔ آخر کیا تھی یہ عورت۔

"تم المیرا کو کسی بھی طرح گرا سکتی ہو پھر میری ضرورت کیوں؟" دور خلا میں دیکھتے ماہِ کامل مسکرائی۔

"کسی اور کا دیا دھوکہ اسکا سکون زخمی کر سکتا ہے مگر..... تمہارا دیا دھوکہ پوری کی پوری المیرا توڑ دے گا۔" فاطر اسلام کے انتشار میں ڈوبے تاثرات دھیرے دھیرے متوازن ہوئے۔

www.novelsclubb.com

ماہِ کامل کی آدھی باتیں اسکے سر پر سے گزر جاتیں تھیں۔

واپس حال میں آؤ

گل دانتوں سے ناخن کترتے سامنے کرسی پر بیٹھی تھی جبکہ وہ اپنی روداد سنائے میز پر بکھرے پھیلاوے پر جھکا۔

"ایک بات بتاؤں گل؟" عینک کے پار آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ نہیں جانتی ان دو لوگوں کی کہانی کا انت ابتدا سے پہلے ہی ہو جائے گا۔ "یہاں آنے سے پہلے مجھے لگتا تھا سب عورتیں ایک دوسرے کی سب سے بڑی دوست ہوتی ہیں۔" وہ دیکھ تو ان راستوں اور منزلوں کو تھا مگر وجود کہیں اور کھویا تھا۔

"مگر یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ عورت ہی عورت کی سب سے بڑی دشمن ہے۔" گل کی سرخ آنکھیں نمی روکنے کا نتیجہ تھیں.... فاطر اسلام کی آنکھیں نفرت پر پل باندھنے کی وجہ سے سرخ۔

"کس قدر خود غرض ہوتی ہے عورت۔ تم لوگ تو اپنی ہی جنس کو نہیں بخشتے۔ یہاں کسی کو یہ پرواہ نہیں کے ایک بن ماں کا بچہ دو دن سے تڑپ رہا ہے۔ نجانے کتنوں کی تعداد میں لوگ مر رہیں ہیں اور ابھی کتنے مریں گیں۔ ہر چیز ایک پہیلی ہے ہر بات ایک کہانی۔" گل نے گیلی سانس اندر کھینچی۔" ان سب عورتوں کو پرواہ ہے تو بس کے حکومت اور آسائش ان کے ہاتھ میں ہو۔"

" ہماری دنیا بھی تو اس سے مختلف نہیں سر۔" جھکے سر کے ساتھ ہی اس نے کہنا شروع کیا۔ فاطر کمر پر ہاتھ رکھے اب نچلا ہونٹ کاٹ رہا تھا۔" وہاں بھی تو حاکموں کو حکومت کرنی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ روز بھوکے بغیر چھت کے سوتے ہیں پرواہ کسے ہے۔" اب کے وہ سرخ نیلی آنکھیں امبر نگاہوں سے ملیں تو ان میں سختی تھی۔ فاطر نے ایک مرتبہ پھر اعتراف کیا یہ عورت بولے گی تو قافلے ٹھہر کر سنیں گیں۔

"تخت جنس نہیں دیکھتا۔آپ کی لالچ اور قوت دیکھتا ہے۔" دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں کھڑے تھے۔گل جان اپنی کرسی پر جبکہ فاطر ابولاسلام اس کے مقابل میز کے سامنے۔دونوں ہی انقلاب اور انفراد کے سفر میں مسافر تھے۔

★★★★

باب خادم

اس کی تنہائی کا سودہ گر ہوں میں

اس کی ہم راہی کا خریدار ہوں میں

www.novelsclubb.com

باورچی خانے سے منسلک اس گودام میں میز لالٹین ایک مرتبہ دوبارہ سجایا تھا۔)

اس بار اپنی بقا کے لیئے نہیں کسی کی بربادی کی خاطر۔

"ایک سلطنت کو ڈھا کر دوسری کی تاج پوشی کے لیئے حملہ حکمران نہیں اس کے قریبی لوگوں پر کیا جاتا ہے۔" بھوری سنہری نگاہیں سامنے مرکوز تھیں۔

"اور المیرا کا قریبی کون ہے؟" نیلی آنکھوں میں شکوک تھے۔

مرد کے چہرے پر جواب تھا، عورت کی نگاہوں میں سوال۔ "المیرا کا قابل بھروسہ کون ہے؟"

(گل کے ذہن میں گھنٹی بجی۔ "ادوب۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔

ان کے پاس اناج قلیل ہو رہا تھا اور یمن سے سامان آنے میں کچھ دن لگیں گیں چناچہ ملکہ کے نئے احکامات تھے کہ تب تک لوگوں کو ایک وقت کا کھانا قطاروں میں لگ کر ملے گا۔

ہال میں چار پانچ ملازم ذبیح اللہ کی زیرِ نگرانی دیگ اور سالن کے ساتھ کھڑے تھے۔ ذبیح اللہ کمر پر ہاتھ باندھے سیاہ نگاہوں اور منڈے ہوئے سر سمیت خاموش تھا۔ آنے والا پہلے سالن والی قطار میں لگ کر اپنا برتن بڑھواتا اور پھر پلٹتے ہوئے نان لے کر میز پر جا بیٹھتا۔ دوسری منزل پر کھڑی ادوب نیچے جھانک رہی تھی۔ عام سے سفید لباس پہنے اسکے چھوٹے نارنجی بال اور تل سے بھرا چہرہ تروتازہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا۔ ملکہ کی یہ اعتدال پسندی اسکو قبول تھی تبھی اس سارے نظام کی نگرانی اسے سونپی گئی۔

نجف کے ساتھ ایک اور مرد کھڑے لوگوں کے برتنوں میں شوربہ نما کھاناڈول رہے تھے جب قطار میں ہی ایک مرد نے اونچی آواز میں انہیں پکارا۔ ” ہمیں اتنا کم کیوں دیا جارہاہے اور یہ جو سپاہی ان کو کیوں دوگنا دیا ہے ؟“ کچھ ہی فاصلے پر موجود ایک میز کی طرف اشارہ کیا۔ دو تین سپاہی عورتوں نے اپنا کھانا روک کر اسے دیکھا۔

” وہ ملک کا دفاع کررہی ہیں صاحب تبھی ان کی اچھی صحت کے لیئے دوگنا دیا ہے۔ اگر وہ نہیں ہونگیں تو ہمیں ہمارے گھر کب ملیں گیں۔“ دوسری منزل پر سے مسکرا کر دیکھتے اس نے عوام کو رام کرنا چاہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اگر ایسی بات ہے تو ہمیں بھی فوج کا حصہ بننا ہے۔" ایک طرف بیٹھے دوسرے نوجوان نے ہانک لگائی۔ اسکی دیکھا دیکھی کھانے کی لالچ میں دو تین اور لوگ بول پڑیں۔

ادوب کے چہرے کا رنگ پھیکا ہوا۔ "آپ سب کے مطالبات جائز ہیں۔ میں ملکہ تک آپ کا پیغام پہنچا دونگی۔" اس سے پہلے کے معملات بگڑتے اس نے انہیں جھوٹی امید تھما دی۔ کچھ وقت کے لیئے ہی صحیح مگر وہ سب خاموش ہو گئے۔ یہ سب اس نے دل سے نہیں کیا۔ دل تو نجانے کب کا اسے ملکہ کے احکام پر مار ناپڑا اب تو وہاں بس ایک ضروری گوشت کا لوتھڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیا واقعی تم ملکہ سے بات کرو گی؟" نارنجی بالوں والی مشیر کی بھنویں الجھن سے قریب آئیں۔ اس نے اپنے کندھے کے پار دھیرے سے گردن پھیری۔ فاطر اسلام کندھے پر ایک بچہ کو سلائے حکیم کے دواخانے میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں واقعی لگتا ہے ملکہ تمہاری بات مانیں گیں۔" اسے ہمیشہ سے ہی ملکہ کا خادم خاص پسند نہیں تھا۔اسکے چہرے پر ہر وقت نفرت ہوتی تھی، نگاہ میں حقارت اور زبان پر طنز۔

"میرا مطالبہ جائز ہے۔" فاطر نے کہا کچھ نہیں بس جمین کو ہلکے سے تھپکتے مسکرانے لگا۔ادوب اس بچے کو پہچان گئی تھی۔

"تمہیں اس کی دیکھ بال کی اجازت ہے؟" فاطر کا ہاتھ رک گیا۔ مسکراہٹ ختم ہو کر دوبارہ آئی۔

"اگر تمہیں ملکہ کا خوف نہ ہوتا تو یہ سوال مجھ سے کبھی نہ پوچھتی۔" سفید لباس والی لڑکی کے لب آدھے وا ہوئے۔وہ یہاں کے اصولوں کے خلاف تھی، نہ انہیں بدل سکتی تھی اور نہ ہی اپنی آواز کو حدود سے باہر نکال سکتی تھی۔ مگر کیا اسکے ذہنی تناو سے خادم بھی واقف تھا؟

"نہیں ملکہ اتنی ظالم بھی نہیں۔مان ہی جائیں گیں میری بات۔"خوش فہمی پر اگر سینگھ نکلتے تو ادوب کا سر اس وقت ان سے بھرا ہوتا۔

★

(چراغ کی جلتی مشک قہوے کی خوشبو میں گھل رہی تھی۔

"مگر آپ ادوب کو منائیں گیں کیسے؟"لڑکی کا سوال جائز تھا۔فاطر اسلام نے سامنے کھلی کتاب پر ایک سطر لکھی منہ سے الفاظ اس کے متضاد ادا کیئے۔

"تخت جنس نہیں لالچ اور قوت دیکھتا ہے۔"گل کے کان سرخ ہوئے۔"اور لالچ ہر انسان کی عقل اندھی کر دیتی ہے۔")

"تو اب وہ لوگ جنہیں ہم اپنے اہم فیصلوں میں شامل نہیں کرتے جن کو ہم ایک میز پر بٹھا کر برابر نہیں سمجھتے اب ہم انکے مطالبات پر چلیں گیں۔"المیرا ہمیشہ کی طرح پر سکون تھی مگر اسکی آنکھوں میں چھلکتی سختی کو آج کوئی جھوٹ کی چادر

ڈھانپ نہ سکی۔ شربت کے گلاس کو لبوں سے لگاتے وہ ایک بازو پھیلائے اسے دبوار ہی تھی۔

"ملکہ ہماری فوج کی تعداد ویسے بھی کم ہے اگر اس وقت ہم تفرق کرنے بیٹھ گئیں تو ختم ہو جائیں گیں۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے شربت ختم کیا۔

"ان میں سے کسی کو بھی ملک کے دفاع میں دلچسپی نہیں۔ وہ صرف اپنی بھوک کی لالچ کے لیئے آگے آئے ہیں۔"

"کم از کم قدم تو بڑھایا ہے۔ اگر نہیں ہو سکی محنت تو چھوڑ دیں گیں یا نکالیں جائیں گیں۔" ادوب بے صبری سے اسکے صوفے کے ہتے تک آئی۔

"نکالو گی تو یہ تم پر خود غرض ہونے کا الزام لگائیں گیں، رکھو گی تو ان کا اناج دانا کہاں سے پورا ہو گا؟" وہ جیسے سارا ملبع ادوب پر ڈالے اسے بے وقوف جتا رہی تھی۔

"تعداد زیادہ ہوئی تو ہم اناج بانٹ دیں گیں۔"

"تاکہ یوں وہ بھاگ جائیں۔" المیرا نے اپنا بازو دباتے بچے کو ہاتھ روکنے کا اشارہ کیا۔

"ملکہ کوشش کرنے میں حرج تو نہیں؟" اگر اسے اپنی عزتِ نفس کی پرواہ نہ ہوتی تو شاید المیرا کے ہاتھ بھی پکڑ لیتی۔

"ایسی کوششوں میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے تم یہ تسلیم کر لو سب انسان برابر نہیں۔ اگر سب برابر ہوتے تو تفریق اور شمار کبھی وجود میں نہ آتے۔" ادوب کے ہاتھ پر ہلکی سی تھپکی دیتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ تاج ایک طرف مخملی گدی پر رکھا چمک رہا تھا۔

"انسان برابر نہ ہوں مگر ان کی ضروریات تو ہیں نا۔ ہاں فرائض اور حقوق میں کسی کا فرض بھاری ہوتا تو کسی کا حق مگر زندگی گزارنے کی بنیادی ضروریات سے انہیں محروم رکھ کر آپ صرف ظالم کہلائیں گیں۔"

المیرا نے جمائی روکی۔انگڑائی لیتے وہ معصومیت سے پلٹی۔

"میں کیا یہ سب اپنی مرضی سے کر رہی ہوں؟"آنکھیں گول کرتے دو قدم اسکی طرف بڑھائے۔

"نہیں مگر آپ مرد اور عورت کے فرق کی وجہ سے ہماری فوج کی بہتری روک رہی ہیں۔"المیرا نے انگلی سے خود کی طرف اشارہ کیا۔ادوب نے گردن ہاں میں ہلائی۔بغیر تاج والی عورت نے بے اختیار آتے قہقہ کو ہاتھ رکھتے دبایا۔

ادوب کے حوصلے پست اور غصہ بلند ہوا۔

"کتابیں باتیں اچھی کرتی ہو مشیرِ خاص۔تمہیں ادیب ہونا چاہیئے۔"مسکرا کر کہتے وہ ایک طرف موجود غسل خانے میں بڑھ گئی۔پیچھے کھڑی ادوب اس عورت کی ڈھٹائی پر ہکا بکا تھی۔مجال ہو جو وہ کبھی کسی کی سن لے۔

ادوب کے جانے کے بعد جب غسل خانے کا پردہ ہٹا تو ملکہ دبے قدم باہر آئی۔ آئینہ کے سامنے رکتے کچھ دیر خالی نگاہوں سے خود کو گھورا۔اس کا تنہا ہیرے والا تاج پیچھے رکھا ہمیشہ کی طرح حسین تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے اسکی ناک میں سے خون بہنے لگا۔یہ دو دن پہلے بھی ہوا تھا۔اچانک ناک یا تھوک کی مدد سے خون کا آنا۔ ہاتھ کی پشت سے اسے پونچھتے وہ ابھی بھی خود کو آئینہ میں دیکھ رہی تھی۔

"جب یہ ہیرا تنہا چمک سکتا ہے تو میں کیوں نہیں۔المیرا عنایت محسن کو سہاروں کی ضرورت نہیں رہی۔" گال پر لگا خون دیکھتے اسکے گول ہونٹ اچانک سے مسکرانے لگے، آنکھ کے کنارے چھوٹے ہوئے تو مسکرانے کی وجہ سے وہ تقریباً غائب ہو گئیں۔تازہ خون کی بو وہ اپنے ارد گرد محسوس کر سکتی تھی۔

★

باورچی خانے کی دیواروں سے ان کی سرگوشیاں ٹکراتی آپس میں مل جاتیں۔)

"بدگمانی بغاوت کی پہلی سیڑھی ہے۔" لالٹین کی پر سرار سی روشنی اور رات کے سناٹے میں اس کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ "اور پہلی سیڑھی پر ہی اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لے تو بدگمانی بے ایمانی کا روپ دھاڑ لیتی ہے۔" مرد نے کتاب پر ایک اور سطر لکھی۔

(منہ سے نکلنے والے الفاظ، قلم سے تشکیل شدہ لفظوں سے مختلف تھے۔

تاریخ گواہ ہے جب بھی ملک میں ناگہانی آفات آئیں ہیں امراء اور وسلاء نے اپنی آسائشات کو خیر آباد نہ صحیح کم ضرور کیا ہے۔

کہاں ان سب کو یوں بٹھا کر ایک ساتھ کھانا پیش کیا جاتا تھا جیسے کوئی دعوت ہو اور کہاں اب ایک ملازم ان کے کمرے میں کھانے کی طباق رکھے جا رہا تھا۔ اپنے پلنگ پر بیٹھے وہ خالی نگاہوں سے ان برتنوں کو دیکھ رہی تھی۔ چاول، سبزی، سالن اور نان۔ سب کچھ تھا۔ کم ضرور مگر تھا۔

سیاہ نیلے رنگ کے شب خوابی کے لباس میں بیٹھے اسکے بال نہانے کی وجہ سے نم تھے۔ گہری سانس بڑھتے اس نے چمچ اٹھاتے چاولوں میں رکھی جب نظر ٹھٹک کر واپس پلٹ گئی۔ کانٹا چمچ کے نیچے ایک کاغذ بہت دھیان سے رکھا تھا۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اسے اٹھاتے ادوب نے کھانا چھوڑ دیا۔ چہرے کے تاثرات کوئی اہم فیصلہ لیتے بگڑے ہوئے تھے۔ بار بار پڑھنے پر بھی اس کاغذ کا پسِ منظر سمجھ نہ آیا۔

''ھل یکتب بالقدم أم بالید؟(یہ پاؤں سے لکھا ہے یا ہاتھ سے؟)''رقعے کو روشنی میں کرتے خود کلامی کی۔

www.novelsclubb.com

★

(''تو آپ ادوب کو اگلی ملکہ بنائیں گیں؟''کتاب پر فاطر کا لکھا جواب پڑھتے سوال کیا۔

"نہیں ہم صرف اسے یہ تاثر دیں گیں۔" گہری سانس لیتے اس نے کاغذ پر کچھ اور لکھا۔)

"اگر ملکہ کے فیصلہ نے مطمئن نہیں کیا تو ابھی بجنے والی گھنٹی کے بعد رات کی تیسری گھنٹی پر باورچی خانے آجانا۔"

وہ پچھلے تین گھنٹوں سے اس رقعہ کی اتنی مرتبہ کھول بند کر چکی تھی کے اب اپنے ہی پسینے کی وجہ سے سیاہی کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔اسے باورچی خانے آئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی تب سے اب تک وہ اس نیم اندھیری جگہ پر آگے پیچھے بے صبری سے ٹہل رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

پیغام بھیجنے والے کی شناخت سے یکسر لاعلم۔

خود سے یہ عہد کرتی کے اگر کاغذ بھیجنے والا شخص اگلے کچھ لمحات میں یہاں نمودار نہ ہوا تو وہ یہ سب ایک گھٹیا مذاق تسلیم کرتے چلی جائی گی۔اسکی خیالات کی ریل پٹری پر آکر رکی جب قدموں کی چاپ نے اس کی حساسیات چوکنا کیئے۔دونوں

ہاتھوں میں کاغذ کو سختی سے دبوچے وہ دروازے سے جھانکنے لگی جب سیاہ لباس میں ایک خوبصورت مرد اندر داخل ہوا۔ادوب فیصلہ نہ کر پائی کے مطمئن ہو یا مزید چوکس۔

''یہ تم نے بھیجا تھا؟''قریب سے گزرتے فاطر اسلام کو وہ پرچی دکھائی۔

''ہاں، مگر تم آئی کیوں؟''برتنوں کو الٹتے اسکی ادوب کی جانب پشت تھی۔اسکی بات پر مشیرِ خاص پر گڑھوں پانی گرا۔وہ آخر آئی کیوں؟کیا وہ اپنی ملکہ سے غداری کر رہی تھی؟

''لگتا ہے ملکہ نے تمہاری فریاد رد کر دی۔''چہرہ پھیرتے طنز کیا۔''کہا تو تھا وہ سننے والوں میں سے نہیں۔''

''مجھے کیوں بلایا ہے؟''اب کے اس نے لہجے کو سخت بنانے کی کوشش کی۔

''کیونکہ میں یہاں ہوتی تفریق اور زیادتی سے تنگ ہوں۔آج کھانے میں ملکہ کی خود غرضی آئی ہے کل کو نجانے وہ اور کیا کر ڈالے۔''فاطر کا جملہ عین ادوب کے جذبات کی عکاسی کرتا تھا۔

''ملکہ اپنی جگہ درست ہیں۔''

''تمہارا مطالبہ بھی معیوب نہیں تھا۔''اپنی بات کاٹے جانے پر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ فاطر اسلام کی باتیں ہر گز غلط نہیں تھیں۔

''میں رانی کامل کا پیغام لایا ہوں۔''گیلے برتنوں کو اٹھاتے وہ اب کپڑے سے رگڑنے لگا۔کامل کے نام پر وہ سلیب کے قریب آئی۔

''تم دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو گئے؟''ادوب کے لہجہ میں ناپسندیدگی تھی۔

''جب اپنے تضاد کرنے لگیں تو رقیبوں سے تعلقات بنانے پڑتے ہیں۔''ادوب کو اسکے آسودہ لہجہ پر ترس آیا۔گہری سانس خارج کرتے فاطر نے کھڑے ہونے کے

لیئے سلیب کا سہارا لیا۔ یہ پڑسوں سے آنے والا اسے تیسرا چکر تھا۔ یونہی کھڑے کھڑے منظر دھندلا جاتا اور اسے اپنے قدم ڈگمگاتے محسوس ہوتے۔

"تم ٹھیک ہو؟" ادوب نے پانی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ فاطر نے ہاتھ اٹھاتے تسلی دی۔

"ماہِ نگار..... ملکہ کی خلاف سازش رچا رہی ہے۔" ادوب کی ساری توجہ اس ایک جملہ نے کھینچ لی۔ "ملکہ یکے بعد دیگر اصول اور رویات توڑتے مستقبل کے لیئے مصائب پیدا کر رہیں ہیں۔ ماہِ نگار چاہتی ہے کے انہیں ہٹا کر ماہِ کامل کو تخت پر بٹھایا جائے۔"

www.novelsclubb.com

"یہ سب تم سے کس نے کہا؟" فاطر اب خشک برتنوں کو ایک طرف بنی الماری میں رکھنے لگا۔

"ماہِ کامل نے۔" ادوب کے پیروں سے زمین نکل گئی۔ "مگر وہ واپس آنے کی خواہش نہیں رکھتیں۔ خود سوچو کوئی حکمران ایک مستحکم نظام کو چھوڑتے کسی ایسے

ملک کی باگ دوڑ کیوں سنبھالے گا جہاں نہ زمین اپنی ہے نہ رزق کافی۔" چہرے کے اتار چڑھاؤ سے واضح ہو رہا تھا کہ فاطر کے الفاظ اس پر بااثر تھے۔

"اس سب میں میرا کیا عمل دخل؟"

"کامل نگار کو انکار کر چکی ہے مگر وہ اپنے ارادوں پر بضد ہے۔ ملکہ کو ہٹا دیا گیا تو جو تھوڑی بہت آزادی ہے وہ بھی چھن جائے گی۔ اس وقت ہمیں صرف مستقبل کا سوچنا ہے اور وہ صرف تم کر سکتی ہو۔" بلآخر فاطر نے چہرے پھیرا تو وہاں فریاد اور دکھ تھا۔ ایک پرائے ملک کا انسان کس قدر انسانیت پرست تھا۔ ادوب کا دل موم ہوا۔

www.novelsclubb.com

"میں کیسے؟" فاطر کے انداز میں اچانک آنے والا جوش ڈھکا نہیں تھا۔

"اس پورے قلعہ میں تم وہ واحد عورت ہو جو ہر انسان کا دکھ سمجھتی ہے۔ جو ہم سب میں برابری رکھتی ہے۔ صرف تم ہی ہو جو یہ ظالمانہ نظام ختم کر سکتی ہے۔" ادوب نے مزید وضاحت کے لیئے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ "تم سے بہتر

تخت کو کوئی نہیں سنبھال سکتا۔ ہماری ملکہ تمہیں ہونا چاہیئے۔"لبانی عورت کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ اسے بغاوت پر اکسا رہا تھا۔ اگر سچ کہا جائے تو ادوب کو اس میں کچھ خاص غیر مناسب بھی نہیں لگا۔

چراغ کی روشنی سے بنتے دو سائے کافی لمحات کے لیئے خاموش رہے۔)

"اور اگر ادوب نے ہمیں دھوکہ دے دیا؟"نیلی آنکھوں کا سوال برحق تھا۔

"احساسِ جرم وہ دیمک ہے جو آہستہ آہستہ انسان کی خود اعتمادی ختم کر دیتا ہے۔"فاطر نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔"خود اعتمادی حوصلہ اور بہادری پیدا کرتی ہے۔ جب وہ ہی نہیں رہی گی تو ادوب ایک زندہ لاش سے کم نہیں۔"مرد کی آنکھیں بتاتیں تھیں وہ مجبور تھا۔ یہ دھوکہ دغا اسکا شیوہ نہیں۔ آزادی کی لالچ نے آج اسکے اصول بھی توڑ دیئے۔)

"میں اپنی ملکہ کے خلاف کیسے جاؤں؟"

''وہ ملکہ جو صرف اپنا سوچتی ہے عوام کا نہیں۔ وہ ملکہ جو انسان کو انسان نہیں سمجھتی۔ وہ تمام جانیں جو نیچے گودام میں مرض کی وجہ سے مر رہیں ہیں ان سب کی موت میں تم بھی برابر کی حصہ دار ہو۔''فاطر نے نیا ہر بہ آزمایا۔ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا تو کیا ہوا۔ انسان کے اندر احساس جرم بیدار کرنا اس سے بہتر کسے آتا تھا؟

''مگر میں نے کیا کیا ہے؟''فاطر کے الفاظ اسکے اندر شک کا بیج بونے لگے۔

''یہی تو مسئلہ ہے کہ تم نے کچھ کیا نہیں۔''انگلی اٹھائے اسکے لہجے میں خالص حقارت تھی۔''تمہارے ہاتھ بندھے ہیں کیوں؟ کیونکہ تمہارے پاس مطلوبہ مقام نہیں۔ اگر تم ملکہ ہوتی تو ہمیں اتنی مشکالات نہیں سہنا پڑتیں۔''دکھ سے کہتے چہرہ جھکا دیا۔ ادوب بدگمانی کی سیڑھی پر قدم رکھ چکی تھی بس فاطر اسلام کا ہاتھ تھامنے کی دیر تھی۔ لرزتے ہوئے لبوں کو سختی سے ملاتے اس نے ہاتھ میں تھامی پرچی دیکھی۔

''کیا بہتری کے لیئے کوئی اور راستہ نہیں؟''اسکی آواز بھاری ہوئی۔فاطر اسلام نے ادوب کو یوں دیکھا جیسے وہ کٹہرے میں کھڑی کوئی قابلِ نفرت مجرم ہو۔

''راستے مختصر ہیں۔اگر نگار حکومت میں آگئی تو تمہیں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکالے گی۔تم وقت لے لو مگر بھولنا مت(انگلی اٹھا کر یاد دہانی کروائی)کے ہم سب پر ہونے والی زیادتی میں تم بھی برابر کی شریک ہو۔ظالم کے خلاف نہ بولنے والے بھی ظلم میں حصہ دار ہوتا ہے۔''

ادوب کے آنکھ کے کنارے نم ہوئے۔پانی کا ایک قطرہ کاغذ پر گرا۔مدھم ہوئی سیاہی پھیل گئی۔فاطر اسلام اب خاموشی سے اپنا کام کرنے لگا۔وہ اس عورت کی ہلکی سسکیاں سن سکتا تھا۔ضمیر چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہ دو نمبری اسے راس نہیں آئے گی،لالچ نے ضمیر کا گلہ گھونٹ دیا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی جب برتنوں کو مکمل ترتیب دینے کے بعد وہ وہاں سے جانے کے لیئے پلٹا۔ادوب اب باورچی خانے سے جا چکی تھی۔تھکی تھکی سانس نکالتا وہ

بھی اپنے کمرے کی طرف روانہ ہوا جب سیڑھیوں پر ہی اسے کسی کی آواز نے روک دیا۔

"میں تمہاری مدد کرنے کے لیئے تیار ہوں۔" حیرت اس پر فرض تھی۔ وہ جو اندازہ لگائے بیٹھا تھا کہ ادوب سوچنے کا ایک دن تو لے گی ہی، سارے اندازے غلط ثابت ہو گئے۔ وہ اسکے پیچھے کھڑی نڈر نظروں سے اپنا فیصلہ سنا رہی تھی۔ فاطر اسلام کے دل میں ایک وسوسہ جاگا "کیا وہ اس انسان پر اعتبار کر سکتا تھا"۔ آج اس نے خود سے یہ نہیں کہا کہ "کیا میں اس عورت پر اعتبار کر سکتا ہوں"۔ جانے انجانے میں ہی ماہِ ملکہ اسکے سوچ کا زاویہ بدل رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

★★★★

باب منصف

(" یہ کیا ہے؟" مدھم ہوتی لالٹین کو دوبارہ سے جلاتے گل جان نے فاطر کے ہاتھ میں موجود کتاب کو دیکھتے سوال کیا۔

"دبیر کی وہ کتاب جس میں ان مرد اور عورتوں کے نام درج ہیں جو ماہِ ملکہ سے مطمئن ہیں یا غیر مطمئن۔" سرخ ورق والی کتاب کو دیکھتے گل کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھا۔

"یہ ہمارے کام کیسے آئے گی؟" فاطر کو لگا وہ سوال یہ کریں گی کے کتاب ہاتھ میں کیسے آئی۔ اچھا تھا نہیں کیا ورنہ اسے اپنا کارنامہ دوبارہ سے دوہرانہ پڑتا۔

چہرہ جھکاتے گود میں رکھا ہاتھ ذرا سا روشنی میں کیا۔ انگلیوں پر خراشیں تھیں اور ایک دو جگاہوں پر جلد کر چھی تھی۔ زخمی ہاتھ کو دیکھتے درد دوبارہ سے تازہ ہوا۔ منصف کے ملاقات کمرے میں موجود ننھی کھڑکی توڑنا اتنا بھاری پڑے گا تو وہ یہ کتاب کبھی نہ چراتا۔)

قید میں کتنے دن ہو چکے تھے؟

چار۔۔۔پانچ۔۔چھ؟روز کوئی نیاانسان آتااسے کھانا دیتا،کچھ دیر ذہنی تکلیف دیتا اور پھر پورا دن تنہائی میں چھوڑ دیتا۔تنہائی دبیر السازار کی ساتھی تھی۔ماہِ ملکہ والے نہیں جانتے تھے انہوں نے اسے قید کے بجائے سکون میں رکھا ہوا ہے۔

"اگلی مرتبہ ہمارے خلاف جانے سے پہلے سوچ لینا۔نتائج اس سے بھی زیادہ سنگین ہونگیں۔"آج ماہِ نگار اس سے ملنے آئی تھی۔سلاخوں کے پار کھڑے اس مرد کی پشت کو دیکھتے بہت سے جملوں کے بعد یہ آخری جملہ تھا۔دبیر کا سایا سامنے دیوار پر بنا تھا۔اب تک اس سے کماری،ماہِ کامل،ذبیح اللہ اور نگار ملنے آئے تھے۔

"تمہاری کوئی ضرورت؟"سوال کے بعد کچھ دیر تک قیدی کی جانب سے خاموشی رہی۔جب ماہِ نگار کو محسوس ہوا کے وہ بولنے میں دلچسپی نہیں رکھتا تو چراغ کا رخ پھیرتے آگے بڑھ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''ایک کتاب۔''دبیر السازار کی گھٹی آواز نے اسکے قدم روک دیئے۔''ایک کتاب اور قلم۔''ماہِ نگار نے نہ اسکی خواہش رد کی نہ ہامی بھری۔کچھ عجیب سا تھا اسکی نظروں میں جن سے وہ دبیر کی پشت کو دیکھتی گئی۔کم از کم کسی کو اس خواہش کی توقع نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد روشنی جا چکی تھی۔اب کل کا انتظار واجب تھا۔

★

اسے کل تک کا انتظار نہ کرنا پڑا۔شاید نگار رات کے دوسرے پہر آئی تھی اور اگلا روشنی نشین صبح کے پہلے پہر۔چراغ کو زمین پر رکھتے نئے آنا والا کوئی آدمی تھا۔دبیر نے اپنی کتاب کاغذ سے نگاہ نہیں ہٹائی۔

''تو یہاں رکھا گیا ہے منصف کو؟''سلاخوں کے اندر سے ہاتھ ڈالتے بھمن کے ہونٹوں کا کنارہ اٹھا تھا۔''ویسے تمہارے وہ دوست کوشش کر رہیں ہیں تمہیں نکال لیا جائے۔دیکھتے ہیں کب تک یونہی کوشش جاری رہے گی۔''جھکتے ہوئے

اس نے کھانے کے برتنوں کو ایک طرف بنے خانے سے اندر کھسکایا۔دبیر نے کاغذ پر لکیریں کھینچنا نہ چھوڑیں۔روشنی کا کوئی تو فائدہ ہو۔

"تمہیں بہت جلدی مار دیا جائے گا۔" بھمن کے ہاتھ برتنوں پر جم گئے۔ مسکراہٹ قدرے کم ہوئی اور ماتھے پر خود کی کچھ لکیریں نمودار ہوئیں۔

"اچھا!"خوف زدہ کیفیت کو قابو کرتے اس نے پیشانی مسلی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ سفید جلبیہ اسکی کسرتی جسامت کو واضح کیئے تھا۔"تو تم نجومی بھی ہو۔"اسکی ہنسی بے انتہا حد تک کھوکلی اور مکار تھی۔دبیر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس ہنسی کے پیچھے چھپا ڈر پہچان نہ پاتا۔

"ویسے تمہاری وہ ملکہ۔بڑی ہی کوئی مصیبت ہے،ایک نمبر کی سر درد۔"المیرا کی شان میں گستاخی کرتے اس نے سلاخوں کے اندر سے بازو لٹکا دیئے۔"پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتی ہے۔ایک بار اسے ماہِ کامل جی تخت سے ہٹوا دیں۔پھر دیکھنا تم سب کے ساتھ "ہم" کرتے کیا ہیں۔"

''کیا تم واقعی ''ہم'' ہو؟'' دبیر نے برتنوں کو چھوا تک نہیں۔ اسکے سوال پر باہر کھڑے مرد کے تاثرات پیچیدہ ہوئے۔

''مطلب؟'' دبیر جواباً خاموش رہا۔ بھمن باشا کچھ دیر اسکے جواب کی آس میں صبر کرتا رہا۔ سلاخوں سے منہ پھیرتے ذرا سا ہنسا۔

''تم صرف مجھے الجھا رہے ہو۔ چاہتے ہو تمہاری طرح میں بھی ایک بے وقوف قدم اٹھاؤ۔'' اس کی ہنسی دبیر کی بے بسی پر طنز کر رہی تھی۔ وہ گنجا عقل سے خالی ہے اور کچھ نہیں..... یہ بھمن کی حتمی رائے تھی۔

بھمن کے قہقہے اور جملے دبیر پر بلکل بے اثر تھے۔ کاغذ پر انہماک سے لکیریں کھینچتے اس نے بھمن کی موجودگی پر کوئی ردِ عمل نہ دیا۔ باہر کھڑے شخص کے لیئے سمجھنا مشکل ہوا کہ کیا قیدی بیزار ہے یا بے پرواہ؟

''ویسے اس کتاب اور قلم کا کیا کرو گے۔زندگی کے آخری سالوں پر کہانی لکھنی ہے۔''وہ ہر ممکنہ کوشش کر رہا تھا کہ کوئی موقع ایسا ہاتھ لگ جائے جس وہ اسکی دھجیاں ادھیڑ دے،دبیر اسکی ہر کوشش پر ناکامی کی لکیر کھینچ دیتا۔

''مجھے لگا تم اپنی غذا مانگو گے مگر افسوس۔''ہاتھ میں تھامی ننھی گھڑی میں وقت دیکھتے اس نے سر دائیں بائیں ہلایا۔ملاقات کا وقت تمام ہو گیا تھا۔اگر وہ واپس نہ گیا تو نجانے اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔زمین پر سے چراغ اٹھاتے دبیر پر لعنت بھیجتے وہ پلٹ گیا۔

''تم بہت جلدی مرنے والے ہو۔''اپنی طرف سے دبیر کا بولے جانے والا یہی پہلا جملہ تھا اور یہی آخری بھی ہوا۔بھمن کو نا چاہتے ہوئے بھی پیچھے دیکھنا پڑا۔اندھیرے میں بیٹھے اس مرد کے پاؤں سے روشنی ٹکرا رہی تھی۔

چہرہ واضح نہیں تھا۔کیا دبیر اسے دیکھ رہا تھا؟اگر ہاں تو کن نظروں سے؟

تیز قدم اٹھاتے وہ واپس آیا اور قید خانے کے اندر روشنی پھیلائی۔ دبیر السازاراب قلم کاغذ ایک طرف رکھے دیوار کی طرف چہرہ کیا لیٹا تھا۔

بھمن کو اپنی دماغی حالت پر غصہ آیا۔ کہاں وہ اس نشئی کی باتیں سن رہا ہے۔

"قید میں بیٹھا بھوکا پیاسا انسان میری قسمت کا فیصلہ کیا کرے گا۔" خود سے بڑبڑاتے وہ آگے بڑھ گیا۔ روشنی ختم ہو گئی اب اندھیرا، تنہائی اور خاموشی دبیر السازار کے تین ہم راہ تھے۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب محافظ

کون سوچ سکتا تھا کہ المیرا کا لیا گیا فیصلہ آگے جا کر ان کے حق میں ثابت ہو گا۔ دبیر کی وہ شکایتوں سے بھری کتاب ان کے کتنے کام آئی تھی، یہ گل کی سوچ سے بھی زیادہ کار آمد نکلی۔ ادوب اب ان کے ساتھ تھی۔ دو سے تین لوگوں پر مشتمل وہ مختصر مگر مضبوط گروہ سلطنت کو گرانے پر کامزن تھا۔

تینوں نے اپنے کام بانٹ لیئے۔ فاطر کھانے کے برتنوں میں ان تمام لوگوں کے لیئے چھٹیاں اور رقعے چھوڑتا جاتا جو پہلے ہی ملکہ کے نظام کے خلاف تھے۔

گل مشق کے دوران ان کچھ لوگوں کو رقعے یا کاغذ کے ٹکرے کماری اور دیگر سپاہیوں کی نظروں سے بچا کر بانٹ دیتی جو آواز اٹھانا تو چاہتیں ہیں مگر ذریعہ سے محروم تھے۔

www.novelsclubb.com

اور پیچھے رہ گئی ادوب وہ اپنے ارد گرد وزرا یا امراء جو المیرا کے فیصلوں سے تنگ تھے ان کو کاغذ کے ذریعہ وہی پیغام پہنچاتی جو ماہِ ملکہ کے قلعہ میں گردش کرتی ہر کاغذ، رقعہ، چٹھی، پرچہ یا خط کا لب لباب تھا۔

"دو دن بعد، رات کے دوسرے پہر، کتب خانہ۔"

نہ مقصد درج، نہ موقف کا پتہ تاکہ لوگ تجسس سے مجبور چلیں آئیں۔

★

دو دن بعد

جیسا کہ فاطر نے اندازہ لگایا تھا، صرف نصف یا اس سے بھی کم لوگوں کی تعداد اس آبادی میں سے کتب خانہ آتے تھے جس سے انہوں نے رابطہ کیا تھا۔ وہ مایوس نہیں ہوا۔ ہاں البتہ گل کی اداسی اس کے مڑے ہوئے ہونٹوں اور پیشانی پر پھیلی لکیروں سے واضح تھی۔

"گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے میں آپ سب سے ایک بات کہنا چاہوں گی کہ جو کوئی بھی یہاں ہونے والے کچھ اگلے فیصلوں پر عمل کرنے کی جرائت نہیں رکھتا وہ ابھی کہ ابھی قدم پھیر سکتا ہے۔" کتب خانے کی داخلی طرف موجود وسیع میز کرسی پر موجود ادوب نے سب کو مخاطب کیا۔ قطار کے بلکل آخر میں کھڑے فاطر اسلام نے دیوار سے ٹیک لگائی تھی، بازو سینے پر بندھے تھے اور آنکھیں ایک سمت چوکنا۔

"لیکن یہاں ہونے کیا والا ہے؟" ایک عورت نے جھجکتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔

"بتا دینے کے بعد آپ لوگ نہ یہاں سے پلٹ سکتے ہیں اور نہ ہی باہر جا کر کسی کو یہاں کیا ہوا تھا کی معلومات دیں سکتے ہیں۔ اصول کو توڑنے والا نتائج کا ذمے دار خود ہو گا۔" وہاں سب ہی کو معلوم تھا ادوب ملکہ کا سیدھا بازو ہے۔ وہ مجرم کے ساتھ کیا کیا کروا سکتی ہے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔

''آپ کو لگتا ہے لوگ مان جائیں گیں؟''گل فاطر کی طرف جھکی۔جس نے جواباً شانے اچکا دیئے۔گل بے چینی سے ایک پاؤں مسلسل فرش پر مارتی رہی۔

کچھ دیر مجمع خاموش رہا۔ایک دوسرے کے چہرے دیکھتے جیسے وہ جواب مانگ رہے تھے۔موجودہ تعداد میں سے دو یا تین افراد معذرت کرتے باہر نکل گئے۔

''دنیا میں دو طرح کے انسان ہوتے ہیں ایک وہ جو انجانے کو نظر انداز کرتے ہیں اور دوسرا وہ جو انجانے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ہم نے ان کی اسی توجہ کا فائدہ اٹھا کر بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا ہے۔''گل جان منہ کھولے فاطر کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

''کیا؟''وہ جو بے دھیانی میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا گل کے تاثرات پر ٹھٹک گیا۔

''آپ بلکل....''وہ درست الفاظ کا چناؤ کرنے لگی۔

''میں کیا؟''

''آپ بلکل المیرا جیسی باتیں کر رہے ہیں۔''ایک نام لینے کی دیر تھی اور فاطر اسلام کے گال کان تک سرخ ہو گئے۔وہ شرما گیا۔

باقی بچ جانے والی تعداد اب سر اٹھائے ادوب کو دیکھ رہی تھی۔ مسکراتے ہوئے وہ مشیر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپ لوگوں نے ایک بہادر فیصلہ لیا ہے۔ہر کوئی یہ ہمت نہیں رکھتا۔مجھے فخر ہے آپ سب پر اور ہمارے کل پر۔''کچھ لوگ اپنی تعریف پر خوش ہوئے اور کچھ ابھی تک الجھے تھے۔

''آپ جانتے ہیں اتنے لوگوں میں سے صرف آپ ہی کچھ کا چناؤ کیوں کیا گیا؟''گردنیں نفی میں ہلیں۔

''بہت کم لوگ ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔آپ وہ کچھ لوگ ہیں جو موجودہ ظلم کو ختم کریں گیں۔ مستقبل کے امن کی پہلی اینٹ ہمارے ہاتھوں بنیاد

میں آئے گی۔"ادوب اب میز پر جھکی ان سب کو مخاطب کر رہی تھی۔ ہلکے گندمی لباس کے بازو اوپر نیچے جھول رہے تھے۔

"ہم آٹھارویں ملکہ ماہ کے جبر اور نظام کو گرانے کے لیئے جمع ہوئے ہیں۔"ادوب کے کہنے کی دیر تھی اور مجمعہ میں ہڑ بڑی مچ گئی۔ لوگوں میں سے کچھ کے چہرہ پر خوف آیا تو کچھ لوگ متاثر ہوئے۔ کچھ وہاں سے جانا چاہتے تھے اور کچھ خوشی سے جھومنا۔

گل حالات کا رخ بدلتا دیکھ فاطر کی طرف پلٹی۔ اس سے پہلے کے وہ کچھ بولتی مرد نے اسے ہاتھ اٹھاتے روک دیا۔ چہرہ پھیر کر ادوب کو دیکھا جو ذہن میں یقیناً کچھ دہرا رہی تھی۔

("یہ کیا ہے؟"دو دن پہلے فاطر نے اسے اسی کتب خانے میں بلایا تھا۔ اپنی طرف بڑھتے کاغذات کو دیکھتے ادوب نے سوال کیا۔

"سکرپٹ۔" ادوب الجھی اور کاغذ تھام لیا۔ "اسے یاد کر لو، لوگوں سے یہی جملے بولنا۔"

"اور کہیں میں اٹک گئی یا کچھ ان جوابات سے باہر پوچھ لیا تو؟" تین سے چار کاغذات کو آگے پیچھے کرتی وہ منہمک تھی۔

"اپنی عقل ہے نا یا گروی رکھ آئی ہو؟ استعمال کرنا اسے۔" بنا اس پر نظر ڈالے وہ آگے بڑھ گیا۔ ادوب اسکے بدلتے رنگوں کی کبھی عادی نہیں ہو گی۔

"اسے صرف ملکہ ہی سنبھال سکتیں ہیں۔" گردن جھٹکتے خود سے کہا۔)

گل اس بات سے ناواقف تھی کے یہ تیار شدہ تقریر فاطر کے ذہن کی ذرخیزی ہے۔

"میں جانتی ہوں آپ سب کے ذہن میں ان گنت سوال ہوں گیں۔ بے فکر رہیں سب کا جواب ملیں گا مگر باری باری۔"

''اگر ملکہ کو تمہاری غداری کا علم ہو گیا تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گیں۔''ایک مرد کے سوال پر ادوب مسکرائی۔فاطر نے فاصلے پر کھڑے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔

''مجھے اپنے لوگوں کو جواب دہ ہونا ہے اپنے سربراہ کو نہیں۔میری وفاداری میرے مقام سے ہونی چاہیئے اور وہ مجھے یہ پوری اجازت دیتا ہے کے میں غلط کے احکامات ملتوی کروں۔''سامنے کھڑی ایک نوجوان لڑکی نے ہاتھ بلند کیا۔

''لیکن ہم انقلاب لائیں گیں کیسے ؟''ادوب نے فاطر کو دیکھا۔فاطر نے آنکھیں چھپکتے یاد دہانی کروائی کے ہاں اس کا جواب بھی تمہیں بتایا گیا تھا۔گل یہ آنکھ مچولی مشکوک انداز میں دیکھ رہی تھی۔

''باہم جمع ہو کر۔اکیلے ہم کچھ نہیں مگر اکٹھے ہم وہ دیوار ہیں جسے ماہِ ملکہ کے مضبوط ہتھیار بھی نہیں ڈھا سکتے۔''سرگوشیاں اور چہ ما گوئیاں یونہی جاری رہیں۔وہ سب اب رکے بنا یونہی جاری رہیں گیں تب تک جب ان کی سازش کا علم تاج کے وفاداروں اور اصول پرست منافقین کو نہیں ہو جاتا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''یہ ادوب ہر سوال پر آپ کی جانب کیوں دیکھتی ہے۔''لوگوں کے ہٹتے ہجوم کے درمیان گل جان کی آواز پست تھی۔

''کیونکہ میں نے ہی اس کے جواب تیار کیئے ہیں۔'' بنا اسے دیکھے فاطر نے ٹیک چھوڑی۔

''مطلب؟''

''میں نے آج کی ملاقات کی ایک سکرپٹ تیار کر کے ادوب کو دی تھی۔''گل آنکھیں چھپکتے اس مرد کی پشت دیکھتی گئی۔ قدم اتنا بڑا نہیں تھا مگر گل کے دل میں فاطر کا تنہا فیصلہ لینا کسی برچھی کی طرح کھبا تھا۔

''کب؟''فاطر جب پلٹا تو اسکے چہرے پر واضح ناگواری تھی۔

''میں پرائمری کے بچے کی طرح ہر فیصلہ پر تمہارا ٹھپا نہیں لے سکتا۔''فاطر اسلام کے طنز پر اسکا غصہ پیر سے سر کے رخ کو آیا۔ادوب ان دونوں سے بات کرنے کی منتظر ایک طرف موجود تھی۔

آگے جاتے مرد کا کندھا پکڑتے درشتی سے خود کی طرف موڑا۔''اگر آپ پرائمری کے بچے ہوتے تو میں آپ کے فیصلہ پر نہیں بلکہ آپ کے منہ پر ٹھپا لگاتی وہ بھی لالچ اور خود غرضی کا۔کچھ دیر کے لیئے اپنی انا کو ایک طرف رکھ کر دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ ہم دونوں ساتھی ہیں اور ساتھی ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔''گل جان کا باقی جملہ ابھی زبان پر ہی تھا جب فاطر اسلام کی کانوں میں بجنے والی ہنسی کتب خانے کی در و دیوار نے سنی۔گل کی گرفت اس ہنستے مرد کے بازو پر سست ہوتے ہٹ گئی۔وہاں کھڑے پہلی مرتبہ اسے المیرا کی نفرت جائز لگی۔

'' اگر اب ہم ایسے چھوٹے چھوٹے فیصلے بانٹنا شروع ہو گئے تو ہمیشہ کے لیئے یہیں رہ جائیں گیں۔''اپنی بات ہنس کر ختم کرتے اس نے سنجیدگی سے گل جان کی

درشت نگاہوں میں دیکھا۔ ''تم میری طرف سے آزاد ہو گل۔ اگر تمہیں لگتا ہے یہ طریقہ ہمارے لیئے فائدہ مند ہے تو وہ استعمال کرو، میری رائے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔'' مسکرا کر تسلی دیتے وہ ادوب کی جانب پلٹ گیا۔

بھاری زرے میں موجود اسکا وجود پتھر کا بت تھا۔ ہر بار اس پر کوئی ہنس کر چلا جاتا ہے، ہر کوئی اسکی ہستی کو رد کرنا آسان سمجھتا ہے، گل جان آخر کب تک ہر کسی کی کہانی کا مزاحیہ کردار بنتی رہے گی؟ کب خدا اسکو بھی سب کی نگاہوں کا مرکز بنائے گا۔

لاتعداد شکوے اور ہر دن ایک نئی حسرت۔ فاطر اسلام نے غلط لوہے پر ذرب لگائی ہے۔

★

یہ تقریباً دو دن بعد کا واقعہ تھا۔ صبح سے شام وہ تیر اندازی کی مشق کرتی اور رات کے دوسرے پہر ملکہ کے مخالفین کتب خانے میں جمع ہو کر قدم اٹھانے کے وقت کا انتظار کرتے ہوئے فیصلے لیتے۔

سب کچھ منصوبے کے مطابق چل رہا تھا جب اس دن گل جان کی یہ خوش فہمی بھی دور ہو گئی۔

دوپہر کا کھانا کھا کر وہ غسل خانے ہاتھ دھونے کی نیت سے آئی جب اندر سے آنے والی آوازوں نے اسکے قدم روک دیئے۔

"بے وقوف ہیں وہ سب لوگ۔ انہیں لگ رہا ہے کہ وہ ملکہ کے خلاف دو تین نعرے لگائیں کے تو نظام بدل جائے گا۔ ملکہ نے ایک بھی لمحہ ضائع کیئے بنا ان کو قتل کروا دینا ہے۔" کوئی عورت دوسری سے ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ گل جان ہمیشہ کی طرح کان لگائے سننے لگی۔ اب کان میں آواز پڑ جائے تو اس کا کیا قصور۔

''اچھی بھلی مشیر کی زندگی چل رہی ہے پتہ نہیں وہ بے قوف ان کاموں میں کیوں لگ گئی۔'' بہتے پانی کے درمیان ابھی بھی وہی عورت بول رہی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے وہ یہ سب کسی کی شہ پر کر رہی ہے۔'' گل جان کا دل ایک لمحے کو ڈگمگایا۔ اس بات سے سب لاعلم ہے کے یہ بغاوت کے ارادے ادوب کے اپنے نہیں تو پھر شک کس بات سے ہوا؟

''ازل سے ابد تک یہی ہوتا آیا ہے۔ بھلا ظالم نے بھی کبھی مظلوم کی سنی ہے۔'' اپنے گیلے ہاتھوں کو جھٹکتے وہ اب اپنی ساتھی کے حوصلہ پشت کرتی باہر آ رہی تھی۔ گل جان فوراً سے ساتھ بنی سیڑھیوں پر چھپ گئی۔

''اچھی بھلی ہماری زندگی عیاشی میں گزر رہی ہے۔ چھوڑ ان مردوں کو۔''

''مگر وہ بھی تو انسان ہیں۔'' دوسری عورت کا لہجہ کمزور تھا، دلیل مضبوط۔ دنیا کا نظام ہے بے معنی دلیل بھی اگر پر اعتماد لہجے میں دو تو کم از کم چار لوگ عمل نہ سہی سنیں گیں ضرور۔

''اُن انسانوں کا یہ اوپر والیں سوچیں۔ ہمیں کیا غرض۔''

''اوپر والیں نہیں سوچ رہیں تبھی تو ہمیں سوچنا ہے۔''

''بہت ہی کوئی کم عقل ہو تم۔''ایک عورت ابھی بھی دوسری کو سمجھاتے ہوئے خاموش ہونے کا مشورہ دے رہی تھی۔

گل جان آہستہ سے اندھیرے کا راستہ چھوڑتی روشنی میں آئی۔اسے یہ خوش فہمی کیوں ہونے لگی کے یہاں سب اسکے ارادوں کے مطابق چلے گا۔

''کیا یہاں کے لوگوں کی بھی انسانیت مر چکی ہے۔''ہلکی آواز میں خود سے سوال کیا۔

www.novelsclubb.com

''مارنی پڑتی ہے۔''جواب پر وہ گھبرا کر پلٹی۔کماری اپنے سنہری لباس میں ہمیشہ کی طرح پتھریلے تاثرات سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''مطلب؟''

''زندہ رہنے کے لیئے انسانیت مارنی پڑتی ہے۔''گل کے چہرے پر اختلافی رائے صاف لکھی تھی۔

''ایسی زندگی کا کیا فائدہ جہاں انسان دوسرے کے دکھ درد سے کان لپیٹ لے۔''کماری نے یخ بستہ نگاہیں اپنی شاگرد سے ملائیں۔گل کے جملے پر بھی تاثرات میں دراڑ نہ آئی۔

''یہ سوال میں بہت جلد آپ سے بھی کرونگی محافظ خاص۔''عام سے لہجے میں بہت خاص بات کہتے وہ آگے بڑھ گئی۔گل ہکا بکا کچھ دیر پہلے کے مناظر پر غور و فکر کرنے لگی۔پیچھے کھڑی وہ سپاہی اپنے استاد کی وجوہات کے مخالف تھی اور مخالف ہی رہے گی۔

★

روز کی طرح ادوب اور عوام سے ملاقات کرنے کے بعد وہ دونوں رات کی سیاہی میں اگلے منصوبے تہہ کرتے تھے۔آج بھی جلتی لالٹین کے گرد ایک کتاب اور دو

قہوے کی پیالیاں موجود تھیں جب کسی لڑکی کے سفید لمبے ہاتھوں نے کتاب کے صفحات درست کیئے۔ناخنوں پر لگا سیاہ رنگ تقریباً مٹ چکا تھا۔

''آپ کو ادوب پر بھروسہ ہے؟''لاٹین کی روشنی کا عکس اسکے چشموں پر بن رہا تھا۔

''کس حوالے سے؟''فاطر اسلام قہوہ پیتے گل جان کے مصروف ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

''یہی کے وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گی۔ہو بھی تو سکتا ہے وہ نگار کے ساتھ ملی ہو۔ جانتے ہیں نا نگار کو ہمارے ارادوں کا علم ہوا تو وہ ایک بھی لمحہ ضائع کیئے بنا ہمیں مروادے گی۔''گل اپنی وہم اور وسوسوں پر چلنی والی عادت سے مجبور خوف سے بولی۔

''نگار ادوب کو ناپسند کرتی ہے۔''

''یہ کوئی اتنی بڑی وجہ تو نہیں۔''گل کے کہنے پر فاطر نے بیزاری سے ناک چڑھائی۔''آپ کامل کو ناپسند کرتے ہیں مگر اسکی مدد لے رہے ہیں۔ہو سکتا ہے نگار نے ادوب کو بھی کچھ ایسے ہی خواب دکھائے ہوں۔''فاطر کی گرفت پیالی پر جامد ہوئی۔گل جان کی بات میں وزن تھا۔

''ادوب کو کس چیز کی کمی؟''آنکھیں چرانا آسان تھا مگر یہ ماننا مشکل کہ سامنے والا بھی درست ہو سکتا ہے۔

''لالچ تو ہر انسان کے خون میں ہوتی ہے سر۔''فاطر کو یوں لگا جیسے گل اس پر طنز کر رہی ہو۔

''فضول قیاس آرائیاں لگانے کے بجائے اگر تم یہاں سے نکلنے کا سوچو تو ہم دونوں کے لیئے زیادہ بہتر ہو گا۔''سامنے بیٹھی لڑکی نے بولنے کے لیئے لب وا کیئے جب فاطر نے ہاتھ اٹھاتے اسے روک دیا۔

www.novelsclubb.com

"ہمارا منصوبہ بلکل صحیح جا رہا ہے اس میں رد و بدل مت کرو۔" سپاہی بولنے سے بھی دنگ رہ گئی۔ وہ دونوں ایک ہی منزل پر رواں تھے پھر ایسا کیوں محسوس ہوا کہ جیسے ایک حکم سنا رہا ہو اور دوسرے کے لب سلے ہیں۔

"اور فاطر جیسا مرد.... وہ تمہیں ایک نظر بھر کر دیکھے گا بھی نہیں۔ اس خود پسند آدمی کے پیچھے تم مجھے ملزم ٹھہرا رہی ہو۔ تم لوگوں کے لیئے میں نے کیا کیا نہیں کیا اور جواباً مجھے کیا ملا؟ لعنت، ملامت، نفرت۔"

پسِ منظر میں اسے ایک ہجوم خود پر ہنستا محسوس ہوا۔ المیرا کے الفاظ پلٹ کر کسی طمانچے کی صورت لگے تھے۔ کیا وہ غلط انسان کا ساتھ دے رہی تھی؟

★★★★

باب ملکہ

چار دن بعد

ان کی محنت کامیاب گئی۔ پہلی مرتبہ المیرا انجان رہی اور فتح ان کے نصیب کا حصہ بنی۔

ادوب اور عبیل کی قیادت میں چلی آتی ملکہ کی تیاری روز کی طرح بنا کسی روک ٹوک کے قیمتی تھی۔ سرمئی موتیوں سے بنا ساڑھی نما لباس جس کی ایک طرف

مخملی کپڑا ہو کر گزرتا اسکی مختصر سی جالی دار پوشاک کی نیچے سے بہتا آرہا تھا۔تاج والا سر آج ڈوپٹہ سے خالی تھا جبکہ کانوں اور گردن میں بیش بہا سرمئی موتی چمک رہے تھے۔

گرمی ہونے کے باوجود بھی وہ یوں تیار ہوتی تھی جیسے رشتے داروں کے سامنے دکھاوا کرنے کے لیئے نکلی ہو۔ گردن سیدھی اور اٹھی ہوئی اسکے مقام کے مطابق تھی۔ماہِ نگار نے تمام وزرا کی موجودگی میں المیرا سے کچھ اہم بات کرنے کے لیئے اسے دربار میں عرض کیا تھا۔

ملاقات کی طرف بڑھتے قدم رواں تھے جب دربار کے اندر سے فاطر اسلام باہر آیا۔المیرا کا چہرہ ہو بہو ویسا ہی مغرور رہا۔فاطر اسلام کا چہرہ بھی بے تاثر تھا۔دونوں میں سے کسی ایک نے نہ نظر ملائی اور نہ ایک دوسرے کی موجودگی کا احساس دلایا۔

فاطر دربار سے دور جا رہا تھا۔المیرا کے قدم دربار کی جانب تھے۔دونوں کے راستے روبرو آئے۔فاطر اسلام دور چلا گیا۔المیرا عنایت آگے بڑھ گئی۔بس ایک لمحے کو

دو دل بے اختیار ہو کر شدت سے دھڑکے تھے لیکن یہاں قدم آگے اٹھاو ہاں دل کی بے ربا طی قابو ہو گئی۔

اگر ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔المیرا عنایت محسن کو لوگوں کی کمی نہیں تھی۔خود سے یہ کہتے وہ دربار کے دروازے کے سامنے رکی۔دور جاتے فاطر نے تجسس سے مجبور چہرہ ذرا پھیرا۔جو بھی تھا، جیسا بھی تھا کم از کم وہ اسے نظر انداز تو نہیں کرتی تھی۔

ضمیر نے بے اختیار کہا کے آج آواز دے کر روک لے۔تنبیہ کر دے۔لاعلمی کو ختم کر کے المیرا کو بتا دے کے اندر دربار میں اس کی بربادی متوقع ہے۔

"ا....."بولنے کے لیئے ہونٹ جدا کیئے مگر آواز نہ نکلی، نکل ہی نہ پائی۔وہ کوشش کے باوجود بھی اسے کنواں میں دھکیلنے سے روک نہ سکا۔وہی کنواں جس کی کدھائی میں فاطر اسلام پیش پیش تھا۔

★

ملکہ کے داخل ہونے پر آج باعثِ احترام کوئی بھی وزیر نہ کھڑا ہوا۔ سرمئی لباس والی عورت چوکھٹ پر ہی ٹھہر گئی۔ آنکھیں چھوٹی کرتے اس نے ماحول کا جائزہ لیا۔ فضا سنجیدہ اور سنگین لگ رہی تھی۔

"خادمہ عبیل آپ کو علم نہیں جب ملکہ دربار میں آجائیں تو بلند آواز میں اطلاع کرتے ہیں۔" المیرا اپنا لباس سنبھالتے تخت کی طرف بڑھنے لگی۔

"ماہِ ملکہ سلطنت میں عورتیں خادمہ نہیں ہوتیں۔" تخت کے قریب کھڑی نگار آگے آئی۔ المیرا کے قدم از خود رک گئے۔ المیرا نے اسکی بے باکی پر باقیوں کو دیکھا۔ کسی نے نہ نظریں چرائیں اور نہ ہی نگار کو ٹوکا۔ ڈھیر سارا تھوک نگلتے المیرا اسکی ایک طرف سے ہوتے آگے بڑھنے لگی جب نگار دیوار بن کر وہاں بھی رک گئی۔

"میں نے یہاں آپ کو بات کے لیئے بلایا ہے بٹھانے کے لیئے نہیں۔" اندر ہی اندر اسے نگار پر غصہ آرہا تھا مگر بظاہر پر سکون رہتے اس نے مذاقاً کہا۔

''لوگ گھر آئے مہمان کو بھی بٹھا کر بات کرتے ہیں، میں تو پھر میزبان ہوں۔ ہٹو راستے سے۔''

''لیکن اگر وہ مہمان آپ کی پیٹھ پر چھڑا گھونپنے کے منصوبہ بُن رہا ہو تو گھر کے قریب بھٹکنے کے قابل بھی نہیں چھوڑتے۔''عبیل اسکی خوش مزاجی کو نظر انداز کرتے پیچھے سے بولی۔ المیرا کو جھٹکے پر جھٹکے لگ رہے تھے۔

مدد کی نیت سے ادوب کو دیکھا۔ اسکے دائیں بازو نے بھی زمین سے نظر نہ اٹھائیں۔ آج المیرا کو حقیقتاً اس بات کا اندازہ ہوا کے یہاں کوئی کسی کا نہیں۔

خشک لبوں کو آپس میں ملاتے وہ قدم قدم چلتے کمرے کے وسط میں آئی۔ یہاں سے ساری عورتیں اور ایک دو مرد اسکے گرد گول دائرہ بنائے موجود تھے۔ المیرا نے آہستہ سے چکر کاٹتے سب کو دیکھا۔

''اب یہ بھی بتا دو مجھ پر الزام کیا لگایا ہے؟''

''مشیرِ خاص ادوب۔'' نگار کے پکاڑنے پر نارنجی بالوں والی عورت نے چہرہ اٹھایا۔ چراغوں کی روشنی میں اسکے بال سنہری لگیں۔ ''بتائیں ملکہ نے کیا بغاوت کی ہے۔'' ادوب آگے آتے نگار کے عین سامنے کھڑی ہوئی۔ المیرا کا واحد سہارا بھی مخالفین کی صف میں جا کھڑا ہوا۔ پوری عمر انسانوں کے نام وقف کرنے والی عورت کو آخر میں حاصل کیا ہوا۔ تنہائی!

''ملکہ ماہ کے احکامات پر میں اور مجھ سمیت کچھ وزرا، سپاہی اور ملازمین لوگوں کو ماہِ ملکہ کے نظام کے خلاف کر رہے تھے۔ ملکہ کے کہنے پر ہی ہم نے پیغامات بانٹیں، ملاقاتیں منعقد کیں اور لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ انہیں اپنے خلاف ہونے والی زیادتی کے لیئے بولنا ہوگا۔'' المیرا کے ہونٹ طنزیہ مسکرائے۔ یہ ذلت، یہ رسوائی اسکے نصیب میں لکھی تھی۔ ناچاہتے بھی اسے دکھ نہ ہوا بلکہ اپنی بے بسی پر ہنسی آئی۔

''کون سی زیادتی کر دی ماہ ملکہ نے جو لوگوں کو بیدار کرنا پڑا؟''ایک وزیر نے نفرت سے المیرا کی جانب دیکھتے سوال اچھالا۔

''میں نہیں جانتی۔ میں بس ملکہ کے احکام بجالا رہی تھی۔''ادوب کا دل ڈگمگانے لگا۔ایک لمحے کے لیئے بھی المیرا سے نظریں ملانے کی ہمت نہ ہوئی۔یہ سب وہ فاطر کے کہنے پر کر رہی تھی۔کچھ ادوب احساسِ جرم کے ساتھ نہیں جینا چاہتی تھی اور کچھ اسکی اپنی لالچ۔طاقت کسے عزیز نہیں۔

''آپ اس بارے میں کیا کہیں گی ملکہ ؟''نگار کے پکارے جانے پر المیرا نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔جلن اب غائب ہو چکی تھی۔مہنگی قیمتی انگوٹھیوں کو دیکھتے اس نے گہری سانس اندر کھینچی۔کمر اکڑائی اور کندھوں کو درست کرتے دور کھڑی اپنی بہن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

''ادوب سے پوچھو وہ ملاقاتیں کب کب رکھیں گئیں تھیں؟''

''ان ملاقات میں ملکہ کبھی نہیں تھی۔ادوب ہماری سربراہ تھی۔''وہی آواز۔وہی پتلی کانوں میں چبھنے والی آواز جسے المیرا کو اپنے ارد گرد سنے نجانے کتنے دن گزر گئے تھے۔وہی آواز اسکی پشت پر سنائی دی۔اسکی آنکھوں کا سیاہ رنگ خوف سے پھیلنے لگے۔دل کی دھڑکن مدھم ہوئی اور وہیں خون نے بھی گردش کرنا سست کر دی۔

''ملکہ ان تمام ملاقات کے دوران یا تو بھمن سے مذاکرات کرنے میں مصروف تھیں یا ماہِ نگار کے ساتھ جنگ کی حکمت عملی بنانے میں۔''فاطر اسلام نجانے دربار میں کب آیا۔''یہ اسی لیئے تھا تاکہ کوئی اہم مقامات پر ان کی غیر موجودگی دیکھ کر شک میں مبتلا نہ ہو۔''قدم قدم چلتے وہ اب المیرا کے دائیں جانب کندھے سے کندھا ملائے نگار سے مخاطب تھا۔

اسکے کہنے پر مشیرِ خاص نگار نے المیرا کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو''آپ کیا کہیں گیں؟''۔

المیرا کیا کہتی اسکا تو وجود پتھروں کی تھال تلے دب چکا تھا۔ جس جھوٹ کے گھر پر ہمیشہ فاطر اسلام ضربیں لگاتا تھا آج اسی آدمی کی ایک پھونک نے گھر زمین بوس کر دیا۔

"یہ.... یہ...الز.....الزام ہے۔" گھٹی آواز آخر میں بلند ہوئی۔ اسکا ساری تمانیت، غرور، اطمینان خوف اور گھبراہٹ میں ڈھل گیا۔ **المیرا عنایت محسن آج سے گھبرائے گی۔**

"ہمارے پاس گواہ ہیں جنہیں ملکہ نے بذاتِ خود اس سازش پر اکسایا تھا۔" المیرا نے نفی میں گردن ہلاتے فاطر کی طرف دیکھا۔ وہ اسے بولنے سے روکنا چاہتی تھی۔ وہ کمرے میں کوئی آواز نہیں چاہتی تھی۔ **آج سے المیرا عنایت محسن خاموشی کے لیئے تڑپے گی۔**

"یہی ہیں وہ تمام لوگ جنہیں ملکہ بغاوت کے لیئے تیار کیئے بیٹھی تھی۔" ادوب کے کہنے پر دربار کا دروازہ کھولا گیا اور ایک ایک کرتے تقریباً تیس سے چالیس افراد

اب کمرے کے اندر موجود تھیں جن میں سے تقریباً آدھوں کو تو وہ دیکھ ہی آج پہلی بار رہی تھی۔المیرا زیرِ لب یہ سب روکنے کا کہہ رہی تھی۔**آج سے المیرا عنایت محسن انسانوں میں اپنی بیساکھیاں تلاش نہیں کرے گی۔**

''میں ملکہ کا وفادار تھا۔ ملکہ مجھے بغاوت کے لیئے مائل کر رہیں تھیں مگر جب میں رضامند نہ ہوا تو انہوں نے مجھے مجبور کر دیا کے بیچ محفل میں آکر اپنے رتبے سے دست بردار ہو جاؤں۔''المیرا کا چہرہ کبھی اداس ہوتا، کبھی ہمدرد، کبھی بے بس تو کبھی متاثر۔اسے لگتا تھا کہانیاں بنانا صرف اسکا فن ہے۔فاطر اسلام توصدی کا سب سے بڑا فسانہ نگار نکلا۔**آج سے المیرا عنایت محسن فریب کرنے سے پہلے دس بار سوچے گی۔**

''کماری!''المیرا فاطر کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔یہ اس آدمی کا چہرہ نہیں تھا جس نے اسکے گرتے وجود کو سہارا دیا تھا۔یہ اس آدمی کی آنکھیں نہیں جو اس کی جھوٹی

شخصیت پر ماتم کرتی تھیں۔یہ اس آدمی کے الفاظ نہیں جو اسے بہتری کی طرف بلاتے تھے۔

یہ فاطر اسلام نہیں۔یہ کم از کم اس کا خادم خاص نہیں۔

"ماہِ ملکہ کی روایات کے مطابق.....ملکہ کو سب معاف ہے بس ایک بغاوت نہیں۔" نگار سیڑھیاں اترتے باآواز بلند کہہ رہی تھی۔المیرا عنایت محسن کی توجہ ابھی بھی ساتھ کھڑے مرد میں شناسائی کی کوئی نشانی ڈھونڈنے میں تھی۔

"آٹھارویں ماہِ ملکہ سے بغاوت کے جرم اور تخت کے خلاف سازش کرنے کی سزا میں تاج چھینا جاتا ہے۔کماری لے جاؤ اسے!" آگے آتے نیلی سیاہ آنکھوں نے بے دردی سے اسکے بالوں میں لگا تاج کھینچ نکالا۔درد سے سسکتے اس نے اپنی بہن کو دیکھا۔اس سے پہلے کے وہ کوئی جوابی وار کرتی کماری نے پیچھے سے آتے ملکہ کے ہاتھ بیڑیوں میں قید کر دیئے۔

عادت کے بر خلاف اس نے نہ اس بار احتجاج کیا نہ مضاحمت۔ فاطر اسلام کو چھ سال پہلے کا منظر یاد آیا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ مجھے پھنسا رہے ہیں۔ میں بے گناہ ہوں۔"

"وہ ڈر گز میری نہیں، کسی اور کی ہو نگی۔ میں نہیں جانتی کچھ۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ "

"مجھے ایسے دیکھ رہے ہو، تم لوگوں کے پاکیزگی کے قصہ میں نے کھولے تو یہاں ہر ایک اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔"

المیرا کو بازوں سے کھینچتے دور لے جا رہے تھے۔ سارا قلعہ تماشہ دیکھنے کے لیئے جمع تھا مگر جو تماشا بنی تھی وہ چہرہ اٹھائے بس ایک سمت دیکھ رہی تھی۔ فاطر اسلام کو محسوس ہوا یہ شاید آخری مرتبہ ہے جب وہ المیرا کو دیکھے۔ اس احساس نے اسکے اندر عجیب سی مایوسی بھر دی۔ ایک آخری نظر دیکھ لینے میں کوئی کوتاہی تو نہیں۔

اس انسان کی بربادی دیکھنے میں کیا برائی جسے آپ اس دنیا میں سب سے قابلِ نفرت سمجھتے ہو۔ پہلی بار اس نے المیرا کو عورت نہیں انسان کہہ کر مخاطب کیا۔

کمر پر ہاتھ باندھے کھڑے آدمی نے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہوتے دائیں طرف دیکھ ہی لیا۔ نہیں دیکھنا چاہیئے تھا۔ پہلا خیال ہی اتنا سنگین ابھرا کہ وہ نگاہ بھی نہ پھیر سکا۔

سبز بھوری اور سنہری بھوری آنکھیں آج آخری مرتبہ روبرو آئیں گیں۔ چراغ کی روشنیوں تلے اس نے اس آخری منظر کو قید کر لیا کبھی نہ آگے بڑھنے کے لیئے۔

دور جاتی بے سہارا عورت کے چہرے پر آج نہ تنفر تھا، نہ انا، نہ بدلہ تھا اور نہ ہی حقارت۔

کامل نے کہا تھا فاطر کا دھوکہ اسے توڑ دے گا۔ المیرا عنایت محسن کے چہرے پر کرب تھا۔ کرچی کرچی ہوئے وجود پر ماتم کرتا شکستہ کرب۔ جس آدمی نے اعتماد سکھایا تھا آج اسے نے توڑ بھی دیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

المیرا نے دربار کا دروازہ پار کیا۔ فاطر اسلام نے بھی وہیں کہیں چھوکٹ اس کے ساتھ طے کی۔ دربار میں کھڑا تو یہ آدمی بس اب بچتوا ے کا پتلا تھا، جس کی انا پرست روح المیرا اپنے ساتھ لے گئی۔

پہلی مرتبہ بھی اسے قید میں دکھیلنے والا یہی شخص تھا اور دوسری مرتبہ بھی اسے فاطر نے ہی قید کیا۔

★

قدم کہاں اٹھا کر رکھے جا رہے تھے اب پرواہ کسے تھی۔ خود کا اصل چھپا کر اس نے جھوٹے تعلقات بنائے جو آج اس کا مقام اور حیثیت کو بچانے میں کسی کام نہ آئے۔ فریب میں سانس لینے والے شخص کے ساتھ فریب کرو تو اس کا خود کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ فاطر نے بھی المیرا کے ساتھ یہی کیا۔

ایک نسبتاً خاموش، اندھیری، بدبودار اور تنگ سی راہداری میں وہ کماری اور ایک چغہ نشین کے ساتھ چلتی آ رہی تھی۔ بدبو اسکے اعصاب پر بھاری تھی۔ لباس گرد

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آلود ہو چکا تھا مگر خیال کسے تھا۔ راہداری کے اختتام پر ایک سلاخ دار کمرہ تھا۔ اگر اس دوسرے انسان کے ہاتھ میں دیا نہ ہوتا تو پاؤں کہاں رکھنا ہے یہ بھی نہیں دکھتا۔ دروازہ کھولتے سابقہ ملکہ کو دکھا دیتے سلاخیں بند کر دیں گئیں۔

نہ اس نے مدد کی بھیگ مانگی، نہ کوئی سفارش کی۔ خاموشی سے اپنی قسمت قبول کر لی۔

"تم آگ سے کھیل رہی ہو المیرا۔۔۔اور آگ سے کھیلنے والے ہمیشہ جلتے ہیں۔ "

"آگ سے کھیلنے والے آگ سے بنے ہوتے ہیں۔"

کال کوٹھڑی میں اسے پہلی آواز اپنی بھولی دوست کی آئی۔ المیرا نے ہمیشہ زیبا کا استعمال کیا۔ اسکی اچھائی کا فائدہ اٹھا کر فخر کیا اور آج وہ کہاں ہے اور زیبا؟ وہ یقیناً المیرا کے سائے سے محفوظ خوش ہو گی۔ ہونا بھی چاہیئے۔

پوری عمر وہ آگ سے کھیلتے آئی تھی اور آج آگ نے اسی کا سارا کھیل جلا دیا۔

آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھتے وہ سلاخوں سے باہر دیکھنے لگی۔اندر ایک طرف پانی کا مٹکا، چادر اور آدھ کھانے کی پیالی رکھی تھی۔یوں لگتا تھا کسی کو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں سے لے جایا گیا ہو۔خشک آنکھیں بند کیں اور چہرہ اٹھالیا۔اسے گرمی لگ رہی تھی۔ایک ایک کرتے اپنے زیورات اور پوشاک سے خود کو آزاد کرتی اس نے سکون کا سانس لیا۔پانی کی طلب ہوئی تو مٹکے کی طرف بڑھی۔ گرم کھاڑے پانی نے اسکے منہ کا ذائقہ خراب کر دیا۔

ملازم کو آواز دینے کے لیئے لب جدا کیئے جب یاد آیا۔

کہ اب نہ ملازم ہیں۔

نہ ملکہ۔

المیرا آنکھیں بند کرتی اس چادر پر لیٹ گئی جب یک دم آنکھوں کے سامنے ماں کا چہرہ نظر آیا۔ مسکراتے ہوئے اس نے اس غیر حقیقی منظر کو جاگتی آنکھوں سے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

وہ اسکی طرف دیکھتے مسکرا رہیں تھیں۔ان کے گھر کا کچن تھا، گرمیوں کی دھوپ، اور سنک کے گندے برتن اسکی ماں کے صابن سے لیس ہاتھ میں تھے۔

"اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ "

ماں کے منہ سے نکلنے والے جملے نے اسے سیدھا اٹھ کر بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔دل اس قدر زور سے دھڑکا تھا کے پسلی توڑ کر باہر آجائے۔

ہانپتے ہوئے اس نے کچھ دیر گہری سانسیں لیں۔

یعنی خدا اس کے ساتھ نہیں تھا؟اس نے لالچ کی.....ہمیشہ کی۔تو خدا اسکی ماں کے ساتھ بھی تو نہیں تھا۔جس نے بس صبر کیا،اور کچھ نہیں۔

انسانوں نے صبر اور خاموشی کی تعریفیں آپس میں ملادی ہیں۔صبر کرو لیکن آگے بڑھنا خود غرضی ہے، صبر کرو اور رک جاؤ حماقت ہے۔ان لوگوں کا کیا جو احمق کہلانے سے بچنے کی خاطر خود غرض ہونا منتخب کر لیں۔اسکی ماں بھی اپنی جگہ غلط

تھی جو زیادتی کے خلاف بولی نہیں اور المیرا اپنی جگہ غلط جس نے نہ کبھی دل سے اپنی عزت کی نہ کسی اور کی۔

اسکی ماں نے برداشت کے نام پر اپنی جان دے دی۔

المیرا نے اپنی جان کی خاطر دوسروں کی برداشت ختم کر دی۔

دوبارہ سے چادر پر لیٹتے اس نے آنکھیں بند کر دیں۔ یہ پچتاوے اب کبھی ختم نہ ہونے کے لیئے اس کے ساتھ چمٹ چکے تھے۔ دیوار کی طرف کروٹ بدلتے اس نے اپنے حال پر غور کیا تو اسے اندازہ ہوا وہ آج سے نہیں ہمیشہ سے خسارے میں تھی۔

www.novelsclubb.com

فاطر اسلام ان خساروں میں واحد منافع تھا۔

جس نے بھی آخر میں اسے دھوکہ دے دیا۔ المیرا اسے کوسنا چاہتی تھی۔ نہیں کر پائی۔

زندگی میں پہلی بار اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

اس نے جو بویا تھا، وہی کاٹے گی.....اور اس مرتبہ قصوروار بس وہی ہے۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب منصف

ہال میں موجود تمام لوگ آج ایک نئی فضا میں سانس لے رہے تھے۔ سورج کے نکلنے اور ڈھلنے کا علم صرف قلعہ کے چھت پر موجود سراخ دار جالی سے لگایا جاتا تھا۔ اس وقت غروب ہوتے سورج کی کچی سنہری کرنیں اس جالی سے پھوٹ کر آتی عین اینٹوں کے درمیان میں اپنا رنگ بکھیر رہی تھی۔ دبیر السازار ایک طرف ناتواں حالت میں بے سہارا بیٹھا تھا۔ ہاتھ سامنے لٹکے تھے جن میں سے ایک میں بندھی بیڑیاں ساتھ کھڑی سپاہی کے ہاتھ میں تھیں۔

www.novelsclubb.com

دس دن کے اس قید نے طاقت نچوڑ کر رکھ دی، آنکھوں کے گرد کڈھے اس قدر گہرے ہو گئے کے ان کے بھورے رنگ اور حلقوں کے رنگ میں فرق کرنا مشکل ہونے لگا۔

''ماضی آج خود کو ایک مرتبہ پھر دہراتا ہے۔ آٹھارویں ملکہ ماہ اپنے ہی ملک کا سودا کیئے ہمارے ساتھ جی رہی تھی۔ دراصل لبیائی حکومت کی قید سے وہ بھاگ کر نہیں بلکہ اپنے لوگوں کے اعتبار کو گروی رکھوا کر آئی تھی۔'' ماہِ نگار بلندی پر بنے چبوترے سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ لاٹھی سے خالی تھے اور ایک طرف المیرا کا تاج گدی پر عقیدت سے موجود تھا۔

پہلی اور دوسری منزل میں تماش بین دس دن پہلے کی طرح جمع تھے بس آج حاکم کوئی اور تھا۔

''ملکہ ماہ کوئی ملکہ نہیں بلکہ لبیائی جاسوس تھی۔'' نگار کے اس انکشاف پر کئی لوگوں کی سانسیں تھم گئی۔ ملازموں کی فوج میں کھڑے فاطر اسلام نے اس کہانی پر البتہ کوئی ردِ عمل نہ دیا۔ جھوٹ کے خلاف بولنے والا آدمی المیرا کے ساتھ ہی تہ خانے میں قید تھا۔

"چناچہ.....رسم اور رویات کو مدِ نظر رکھتے.....سابقہ ملکہ کی سزا کا انتخاب نئی آنے والی ملکہ کریں گیں۔" چبوترے پر آگے پیچھے چلتے اس کی آواز خاموش دالان میں گونج رہی تھی۔

چبوترے کے بائیں پر ملازمین کی فوج تھی جبکہ دائیں پر تمام تخت کے خیر خواہ اور فصیل بیٹھے تھے۔ماہِ کامل کی مسرور نگاہیں کب سے ایک سیدھ میں دیکھتے فاطر اسلام پر ٹھہری تھیں۔

"بہت سوچ سمجھ کے بعد.....ہم اس نتیجہ پر نکلیں ہیں کہ.....اگلا سربارہ تخت کے اصل حکمران کو بنایا جائے۔" وہ رک رک کر اپنی آواز کو بلند رکھے سب سے مخاطب تھی۔ جھریوں والے چہرے پر بس اصول پرستی دکھتی تھی۔

"اگلی ملکہ ماہ ماہِ۔ "

"رکیں رکیں رکیں۔" بھیر میں سے کچھ آوازوں نے نگار کا جملہ کاٹا۔سب لوگ آوازوں کے تعاقب میں ادھر ادھر دیکھنے لگے جب کچھ دیر بعد ہال کے ایک رش

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

والے کونے میں سے دو تین لوگ بمشکل آگے آئے۔ان کی پھولتی سانسوں سے لگتا تھا وہ بھاگ کر آئیں ہیں۔

"رک جائیں!" گھٹنوں کے بل جھکتے وہ یونس تھا۔اسکے ساتھی لڑکے کے ہاتھ میں ایک موٹی کتاب جبکہ ان کے پیچھے بیٹھے بچے کے ہاتھ میں ایسی دو تین اور کتابیں تھیں۔

چبوترے کے پیچھے موجود سپاہیوں کی صف میں سے گل جان نے فاطر کو دیکھا۔ دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بساط الٹانے کا اشارہ کیا اور نگاہ پھیر لی۔ماہِ کامل کی نگاہ سے یہ اشارہ بازی اوجھل نہ رہی۔خطرے کی گھنٹی بہت قریب سے بجنے لگی۔

"دربار کے درمیان بنا اجازت بولنے کی سزا جانتے ہو؟" ماہِ نگار نے ان تین لڑکوں کو ڈرانا چاہا۔

''ماہِ ملکہ کے قانون کے مطابق اگر گدی کسی نشین سے خالی ہو تو عام اصولوں کو توڑنے پر سزا واجب نہیں۔''یونس نے سانس بحال کرتے کہا۔''یہ یہاں اس کتاب میں درج ہے۔''ساتھ والے لڑکے نے موٹی کتاب کا ایک ورق سامنے کیا۔

ہال کے دوسرے کونے میں کھڑی ادوب کا دل کسی بھی لمحے باہر آسکتا تھا۔چہرہ اٹھاتے اپنے ساتھی کو دیکھا۔فاطر اسلام نے مروت میں بھی اس سے نگاہ نہ ملائی۔ ادوب کا دل کچھ اور شدت سے دھڑکا۔یہ سب ان کے منصوبے کا حصہ تھا یا ماہِ نگار کی کوئی چال؟ جھوٹ کی دلدل میں قدم رکھنے کے بعد انسان ہر لمحہ حقیقت کو لے کر شک میں رہتا ہے۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''پیچھے بیٹھے بچے نے ایک کتاب یونس کی طرف بڑھائی۔اس نوجوان لڑکے کو کتابوں سے لگاؤ تھا۔فاطر یہ بات جانتا تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا اپنے کھیل میں اسے کون سا پیادہ رکھنا ہے۔

''یہاں اس کتاب کے حصہ ششم میں جو ملکہ کی غیر موجودگی کے دوران قوانین لاگو ہونگیں ان میں سے آخری اور سب سے اہم اصول یہ ہے کہ (گلہ کھنکارتے یونس ہال کے بیچ میں آیا۔ سورج کی روشنی اب مکمل غائب ہو چکی تھی اور شام کے ڈھلتے سائے اس پر سایہ دار ہوئے) کوئی بھی تخت نشین خواہ وہ ارادی یا غیر ارادی طور پر تخت کو خیر آباد یا اس سے بغاوت کر کے بھاگا ہو وہ ہر ممکنہ یا غیر ممکنہ صورتحال میں دوبارہ تخت سنبھالنے سے محروم ہو جاتا ہے۔''یونس کے جملے کی گونج نے بے شمار چہروں کا رنگ نچوڑ لیا۔

فاطر اسلام گردن جھکائے مسکرا رہا تھا۔اسے یہ اصول حرف با حرف یاد تھے۔آخر کو کتابوں کے ساتھ چھیر چھاری اسے نے ہی تو کی تھی۔

''کیا بکواس ہے یہ؟''ماہِ کامل اپنی جگہ سے اٹھتے یونس کی طرف بڑھی۔

اس دن میں واپس آؤ جب المیرا اور فاطر کتب خانے میں ملے تھے۔اس ساری) ملاقات کے دوران المیرا کو لگ رہا تھا فاطر اسلام اسے نظر انداز کر رہا ہے حقیقتاً وہ

وہاں موجود تمام قوانین کی کتابوں کو جمع کرتے ترتیب دے رہا تھا۔اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب بیشتر کتابوں میں خالی صفحے اور سطور موجود تھیں۔شاید ماہِ ملکہ والے اسی کی خدمات کے منتظر تھے تبھی تو انہوں نے اتنے اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا۔

(وہ تو صرف اپنے خادم ہونے کا فرض نبھا رہا تھا۔

واپس ہال میں آؤ۔کامل اب یونس سے کتاب لیئے کھول بند کر رہی تھی۔چہرہ لمحہ با لمحہ تاریکی کی طرف جا رہا تھا۔

"اگر فیصلے قانون کو دیکھ کر ہونے ہیں تو میری رائے ہے کتابوں سے بہتر ہمارا کوئی رہنما نہیں۔"فاطر نے کہتے ساتھ باقیوں کی ہامی کا انتظار کیا۔لمحوں کا کھیل تھا اور بازی مکمل پلٹ گئی۔اب گیند فاطر اسلام کے ہاتھ میں تھی۔

لوگوں کا مجموعہ نگار کے بجائے کتاب کے لیئے فیصلے کے ساتھ ہوا۔

''کتابیں واقعی انسان کی بہترین ساتھی ہیں۔'' گل نے خوش ہوتے سوچا۔

''یہ سب جھوٹ ہے!'' کامل کتاب زمین پر پٹختی چلائی۔ وہ اتنی اہم چال کو کیسے نظرانداز کر سکتی تھی۔

''یہ اصول تم لوگوں نے بنائیں ہیں۔ تم لوگ جھوٹے ہوئے پھر۔'' کہیں سے کسی کی ضعیف مگر سخت آواز سنائی دی۔ دیکھتے دیکھتے آوازوں میں اضافہ ہونے لگا۔ ایک سے چار، چار سے گیارہ اور دیکھتے دیکھتے ساری عوام بس اب ایک ہی رٹ لگائے اکٹھے تھے۔

''قانون! کا! استعمال! کرو!'' ماہِ کامل نے پلٹ کر فاطر کو دیکھا۔ مسکراتے ہوئے اس آدمی نے بھی باقیوں کے ساتھ نعرہ لگایا۔

''تم نے ہی مجھے دھوکے کے راستے پر چلنے کا مشورہ دیا تھا۔ ایسا کیسے ممکن تھا میں المیرا کو توڑ دیتا اور تم پیچھے بچ جاتی۔'' خود کی شرمندگی کم کرنے کے لیئے اس کے پاس اب یہ سودے بازیاں ہی بچیں تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ماہِ کامل نے فاطر سے نگاہ ہٹاتے بلندی پر موجود اپنی بہن کو دیکھا۔ نگار کا چہرہ خالی تھا۔ نہ وہاں خوشی تھی اور نہ ہی خوف۔ بس لاتعلق سا سناٹا تھا جیسے ماہِ کامل کو پتھروں تلے دفن بھی کر دیا جائے وہ بے پرواہ رہے گی۔ شہد رنگ آنکھیں مدد کے لیئے پکار رہیں تھیں۔ نیلی سیاہ آنکھیں کچھ دن پہلے کا منظر دوہرانے لگیں۔

لوگ ابھی بھی اپنی مانگ پر ثابت قدم تھے۔

"قانون کا استعمال کریں"!

"قانون کا استعمال!....."

"قانون کا!....."

"آپ کا مطالبہ پورا کیا جائے گا ہمیں تھوڑا وقت دیں۔" صلح پسند ادوب نے آگے آتے عوام کو قابو کرنا چاہا۔ مگر جوش میں آئی عوام کہاں کسی کی سنتی ہے۔

www.novelsclubb.com

''تم سابقہ ملکہ کی پالتو ہو۔ تمہاری کون سنے۔'' جن لوگوں کے لیئے اس نے دھوکا دئی کو سینے سے لگایا تھا اب بھرے مجمعے میں وہی اس پر تہمت لگانے لگے۔ ادوب کی خوداعتمادی ختم ہونے کو تھی۔

''فیصلہ ابھی ہو گا۔'' لوگوں کے نعرے بلند ہوئے تو کچھ لوگوں نے اپنی ایک نئ خواہش کا اظہار کیا۔ عوام پانی کی طرح ان کے ساتھ بہتی گئ۔ ادوب نے ایک بار پھر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ فاطر اسلام اور گل باہم اکٹھے ہوئے نعرے لگا رہے تھے۔

وہاں کھڑے اس پر پہلی مرتبہ ایک انکشاف ہوا۔ وہ تینوں تکون نہیں تھے۔ فاطر اور گل لکیر کے دوسروں پر تھے جبکہ ادوب تو بار سے ہی باہر تھی۔ اسے استعمال کیا گیا تھا۔ آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگیں۔ خوداعتمادی بکھر گئ۔

''کتاب کیا کہتی ہے؟'' سپاہیوں میں سے ایک نے یونس سے کہا۔ آگے بڑھتے اس لڑکے نے زمین پر پڑی کتاب اٹھائی اور صفحات پلٹنے لگا۔ فاطر اسلام نے ہی یونس کو آج کتب خانے بھیجا تھا۔ یہاں المیر ادربار میں گئی وہاں وہ بھاگتا ہوا باورچی خانے۔

''ہمیں کتب خانے کے صفائی کا حکم ملا ہے۔'' آٹا گوندتا لڑکا ٹھہر گیا۔ ٹھہرا تو پیچھے کھڑا نجف بھی تھا۔

''ہمیں؟''

''ہاں ہمیں۔ ابھی چلو!'' یونس کے ہاتھوں کو دور ہٹاتے اسکے انداز کی بے صبری واضح تھی۔

www.novelsclubb.com

''خادم خاص!'' نجف کی پکار پر وہ رکا۔ کچھ دیر وہ فربہ آدمی خاموش رہا۔

''شکریہ۔'' اس ڈیڑھ مہینے کی جہنمی قید میں فاطر نے پہلی مرتبہ اس ادھیڑ عمر آدمی کے ہونٹوں کو مسکراتے دیکھا تھا۔ تشکر کے اس چھوٹے اظہار نے ہی اس کا دل ممنونیت سے بھر دیا۔ وہ اتنا بھی گناہگار نہیں تھا۔

کتب خانے آتے وہ جان بوجھ کر اپنی تبدیل شدہ کتابیں یونس کو تھما رہا تھا۔ کہیں ایک دو بار اسے کتاب کا وہی ورق اس کے قدموں میں گرانا پڑا تاکہ وہ موٹی عقل والا اس کا اشارہ سمجھ جائے۔

دیر لگی تھی، مگر دیر ہوئی نہیں۔

"مل گیا!" خوشی سے جھومتے اسکے نعرہ پر سب متوجہ ہوئے۔

"کتاب کے چودھویں باب میں یہ صاف لکھا ہے کہ موجودہ صورتحال میں کون سے اقدام اٹھائیں جائیں۔" (اصول نمبر گیارہ پڑھ۔اصول نمبر گیارہ۔) مصری پاکستانی دل ہی دل میں ورد کرنے لگا۔

"اس میں لکھا ہے۔۔۔۔۔۔" (اصول نمبر گیارہ۔) یونس کو استعمال کرنے کی وجہ ایک یہ بھی تھی وہ لڑکا اپنی آدھی عقل استعمال کرتا تھا۔ذرا سا اسے توجہ کا مرکز بناؤ اور وہ مغلوب ہو جاتا۔ جلد بازی میں آتے اسے جو ایک سطر الگ رنگ میں نظر آئے گی وہ وہی سب کو پڑھ کر سنا دے گا۔

''ہاں یہ۔۔۔۔''(اصول.....نمبر.....گیارہ۔)''اصول نمبر.....چار۔''فاطر کی ورد کرتی زبان دانتوں تلے آئے۔کراہتے ہوئے وہ جھک گیا۔

دور کھڑی گل جان مسکرائی۔فاطر اسلام اپنی بے ایمانی میں ایک بات بھول گیا۔ جلد باز شخص دباؤ سے بچنے کے لیئے نظر میں آنے والی سب سے واضح اور پہلی شے چنتا ہے۔یونس نے بھی یہی کیا۔ایسی صورتحال میں نوے فیصد لوگ یہی کرتے۔

''یہاں اصول چار میں یہ وضاحت کی گئی ہے(کھڑے ہوتے نگار کے سامنے آیا) اگر تخت کا کوئی وارث موجود نہیں تو سابقہ ملکہ کے خصوصی ملازمین(خادم اور کنیز)کو فیصلہ کرنے کا مکمل حق ہے کہ کون تخت کے لیئے بہتر ہو گا۔کوئی اعلی یا مشترکہ طاقت ان کے فیصلے کو ٹوک یا روک نہیں سکتی۔''اپنی بات کے اختتام میں بے سانس ہوتے اس نے سب کے چہروں کو دیکھا۔ہر ایک انسان الجھا ہوا اور شاید اس اصول سے غیر متاثر تھا۔

فاطر اسلام نے کچھ سوچتے ہوئے گل جان کو دیکھا۔عبیل کے کان میں جھکی وہ نجانے کیا کہہ رہی تھی۔پلٹنے پر فاطر سے نظر ملی تو خوبصورتی سے مسکرادی۔

فاطر اسلام کو جیسے کسی نے بیچ بیزار میں جوتا دے مارا ہو۔وہ تو سا تھی تھے،ان کی منزل تو ایک تھی پھر وہ اس قدر فاصلے پر کیوں دکھی۔"آپ نے ہی کہا تھا فاطر سر کہ جو فیصلہ فائدہ مند ہے بغیر دوسرے سے مشورہ کیئے اس پر عمل کر لو۔"گل جان کے لب خاموش تھے مگر اسکی آنکھیں باآواز یہ جملہ کہہ رہی تھی۔

وہاں کھڑے اسے اپنا آپ صدی کا بے وقوف ترین انسان لگا۔وہ کسی اور کے لیئے دلدل بچھا رہا تھا ایسا کیسے ممکن تھا کہ کوئی اسکے پشت میں بھی چھڑا نہیں گھونپے گا۔

"یہ اس قدر بے ڈھنگا اصول بنایا کس نے تھا؟"بھمن نے بل آخر تماشے میں حصہ لیا بس سب سے نظر انداز ہونے کے لیئے۔

"جیسے بھی ہے(نگار نے کامل کو دیکھا)ہمیں اس کے مطابق چلنا ہو گا۔شہزادی عبیل۔"

نگار کی پکار پر وہ وہ تیز قدموں سے سامنے آئی۔ ''چونکہ ملکہ کا موجودہ خادم کوئی نہیں تھا اور یقیناً ایک قانون یہ بھی ہے کہ جو خادم مقام چھوڑ جائے اس کی دربار میں کوئی حیثیت نہیں..... تو فیصلہ عبیل لے گیں۔'' یونس کو دیکھتے پوچھا۔ وہ لڑکا مدد کی خاطر اپنے ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔

''کوئی بات نہیں۔ آپ وہ اصول بعد میں ڈھونڈ لیجیئے گا۔'' یونس نے شرم سے کان کھجائے۔ ''سابقہ ملکہ کی کنیز شہزادی عبیل کو کابینا سے مکمل آزادی ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر اپنا فیصلہ لیں۔''

''میں اپنا فیصلہ جانتی ہوں۔'' نگار کے جملے کے بعد فوراً عبیل نے کہا۔ وہاں ان سب کے ہاتھ بے بس تھے۔ گل جان کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ ادوب تب تک شکست تسلیم کر چکی تھی مگر فاطر کا غم تازہ تھا۔ خسارہ کس کس کے حصہ میں آیا۔

آگے آتے عبیل نے گدی پر رکھا وہ تاج اٹھایا اور ایک طائرانہ نگاہ سب کے چہروں پر ڈالیں۔ نگار اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے شہزادی نہیں بھوت ہو۔ سرخ رومال والی نے پلٹ کر حبتہ اللہ کو دیکھا جس نے آنکھیں چھپکاتے اسکا حوصلہ بلند کیا۔ عبیل کھکلا اٹھی۔

"میں شہزادی عبیل اور سابقہ خادمہ۔ اپنے مکمل عقل و حواس کے ساتھ (تین قدم چبوترے کی پچھلی طرف) انیسویں ملکہ ماہ (دو قدم) سابقہ ملکہ کی محافظ خاص (ایک قدم) گل جان کو منعقد کرتی ہوں۔" گل کے سنہری بالوں پر ایک ہیرے والا تاج رکھتے پیچھے ہٹتے تعظیم دی۔ سارا ہال سناٹے میں ڈوب گیا۔ سب نے تیز سانس خارج کی جیسے آسیب دیکھ لیا ہو۔

(واپس اسی دن میں آؤ جب المیرا اور فاطر نے راستے جدا کیئے تھے)

کتابوں کا ڈھیر اطراف میں بکھرا تھا اور اس میں چھپی گل جان ہانپتے ہوئے فاطر کی مطلوبہ کتابیں ڈھونڈ رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے فاطر کی دی گئی کتاب میں جو اس نے

پڑھا تھا وہ اسکا چین سکون سب اپنے ساتھ لے گیا۔آئی تو وہ اپنے سوالوں کا جواب ڈھونڈنے تھی مگر کسے معلوم تھا بد گمانی کی ایک ننھی کونپل دل میں بسائے لے جائے گی۔

قانون کی کتابوں میں سے گرد جھاڑتے وہ یک دم ٹھہری۔ایک موٹی کتاب میں کچھ صفحات کے کنارے موڑ رکھے تھے۔گل جان کے دل کو کچھ ہوا۔کیا اس کو جواب ملنے والا تھا؟جواب نہ سہی اسکی آنکھیں ضرور کھل گئیں۔

متعدد خالی خانوں میں اصول اور قوانین لکھے تھے۔حیرت انگیز طور پر ان کی لکھائی اور رنگ باقیوں سے مختلف تھا یوں جیسے کسی نے اپنی مرضی سے ردوبدل کیا ہوا۔ آنکھیں چھوٹی کرتے اس نے ذہن پر زور ڈالا۔

یہ لکھائی کچھ جانی پہچانی تھی۔جیب میں رکھی کتاب نکالتے اس نے جونہی دونوں کو ایک دوسرے کے متوازر کھا سارا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔

یہ تو فاطر کی لکھائی تھی۔اس قدر بد نمااور ٹیڑھی لکھائی تھی اس انسان کی گل کیسے نہ پہچانتی۔ مگر سوال یہ آتا تھااس نے یہ قانون لکھے کب ؟ان کا مقصد کیا تھا؟ گل کو کیوں نہیں بتایا گیا؟

شکوک وشبہات کو نظر انداز کرتے اس نے اصول پڑھے۔

''اگر تخت کا کوئی لازمی وارث نہیں ملتا تو ملکہ ماہ کا تاج ریاست میں موجود تمام عورتوں کو پہنا کر چاند والی رسم کو دوبارہ کیا جائے گا۔''گل جان نے بیزاری سے آنکھیں گھمائیں۔فاطر کا یہ اصول نہایت فضول تھا۔ بھلا ہیرے کو وہ چمکائے گا کیسے۔وہ اس سب کے بارے میں فاطر سے بعد میں پوچھے گی تب تک اسکی نیت کہیں سے بھی دھوکہ دینے کی نہیں تھی مگر پھر بہکنے میں دیر کتنی لگتی ہے۔

''ہماری انیسویں ملکہ ماہ کی تاج پوشی کل شام منعقد کی جائے گی۔''شہزادی عبیل نے خاموش ہوئے لوگوں کو جگایا۔لوگوں نے ایک دوسرے کو ناخوشی سے دیکھا۔

کچھ دیر لگی تھی اور پھر دھیرے دھیرے ہال کمرہ نعرہ سے گونجنے لگا۔ کمزور جبری نعروں سے۔

"ملکہِ ماہ۔"

"ملکہِ ماہ۔"

"ملکہِ ماہ۔"

کس نے کسے کھیلا تھا؟ کون دھوکے میں نہیں تھا۔ حال کے فاتح بھی اپنے قبر کی مٹی خود کھود رہے تھے۔ دھوکے اور جھوٹ کی راہ پر کھڑے انسان کے ارد گرد بھی اس جیسے ناسور ہی پلتے ہیں۔ اس بات سے انیسوی ملکہ ماہ بے خبر تھی۔

★

کچھ دن پہلے

تہ خانے کی سیڑھیاں اتر کر آج تم دائیں مڑنے کے بجائے بائیں طرف چلے آؤ۔ماہِ نگار کے لباس کی گردن اونچی تھی اور تاج بھاری اور بے ڈھنگا۔وہ یوں چل رہی تھی جیسے ان راستوں پر کسی کو کھوج رہی تھی۔

اسے زیادہ دیر نہیں کھوجنا پڑا بیچ راستے میں ہی ایک عورت اسکی طرف پیٹھ کیئے بیٹھی تھی۔سر کے بالوں کا رنگ شہد، لمبی خوبصورت انگلیوں میں بیڑی اور ہلکے سے آگے پیچھے ہوتی کرسی۔سامنے موجود عورت ہر بار اسکا ضبط یونہی آزماتی تھی۔

''تم باز نہیں آؤ گی نا؟''قدم قدم چل کر وہ اپنی بہن کے سر کے قریب آئی۔ماہِ کامل کی ہلتی کرسی ٹھہر گئی۔کچھ لمحات کے وقفہ بعد سر اٹھاتے پیچھے دیکھا۔

''شب بخیر۔''بیڑی کا ایک گہرہ کش لیتے اس نے نگار کی آنکھوں میں دیکھا۔آج اس مہرانی کا تاج اور دوپٹہ غائب تھا۔

''کیوں کر رہی ہو یہ سب؟'' ویسے تو وہ مار پیٹ کے حق میں نہیں تھی مگر اس وقت ہاتھوں کو آپس میں ملائے وہ بہت مشکل سے خود کو ہاتھ اٹھانے سے روکے ہوئی تھی۔

''تمہیں ہی المیرا کو ملکہ کے مقام سے ہٹانا ہے، میں تو بس مدد کر رہی ہوں تمہاری۔'' دھواں فضا میں خارج کرتے اس نے گردن کرسی کی پشت سے لٹکا دی۔

''تم مدد بغیر قیمت کے نہیں کرتی۔ بتاؤ کیا چاہتی ہو؟'' نگار کا غصہ لمحہ بالمحہ بڑھ رہا تھا۔ کامل اپنی بہن کے انداز پر ہنسنے لگی۔ المیرا ہی کی طرح اس کی آنکھیں بھی ہنستے ہوئے چھوٹی ہو جاتیں۔

''اپنا کھویا ہوا مقام۔'' کرسی کو دائیاں بائیں گھماتے اس نے بیڑی والا ہاتھ ایک طرف ڈھلکا دیا۔

''چھوڑا ہوا مقام۔ تم وہ جگہ خود چھوڑ کر گئی تھی۔''

''اور اب میں واپس آنا چاہتی ہوں۔''ایک دم سے کرسی کا رخ نگار کی طرف گھماتی وہ سیدھی ہو بیٹھی۔آنکھوں میں سے ساری لاپرواہی چالاکی ایک لمحے میں فنا ہو گئی۔

''چھوڑے ہوئے مقام پر واپس آنے والے میں غیرت کی کمی ہوتی ہے۔''نگار نے تنی ہوئی گردن سے جواب دیا۔خالی راستے میں ان کی آواز اینٹوں کی دیواروں سے ٹکرا کر گونج رہی تھی۔

''واجب۔واجب۔مگر.....''ساتھ رکھے برتن میں بیڑی کی راکھ گراتے وہ مسکرائی۔ایک ہمدرد خالص مسکراہٹ۔''میں اس مقام کو کمار ہی ہوں۔چھین یا ہتیا تھوڑی نہ رہی۔''

نگار خاموش ہو گئی۔تاثرات ہمیشہ کی طرح پہیلی۔''ایک ہی تیر سے درجن شکار کرنا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔ملکہ بھی چلی جائے گی اور اس کے وہ کچھ پالتو بھی۔''

"تمہیں لگتا ہے وہ اتنی آسانی سے تمہارے ہاتھ آئیں گیں۔" لہجہ اور انداز ہموار تھا۔

"چوہے بلی کے کھیل میں بھول بلائیں اگر بلی کی ہوں تو چوہے کو صرف پنیر کے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ ہاتھ میں انعام کی طرح تھمایا نہیں جاتا۔" آنکھوں کو بند کرتے اس نے مجھ پر بھروسہ رکھو کا اشارہ کیا۔ ایک طرف رکھا اپنا تاج اور ساتھ لٹکتے مختصر سے دوپٹے کو اٹھاتے اس نے کرسی چھوڑ دی۔

"بس میری بنائی کہانی کے مطابق چلتی جاؤ۔ اسی میں ہم سب کا فائدہ ہے۔" تاج کو اپنے بالوں میں لگاتے اس نے کپڑے کا پلو درست کیا۔

" آخر کو ہم بہنیں ہیں۔" اسکے کندھے کو ہلکا سا دباتے وہ ساتھ سے گزر گئی۔ نگار اپنی جگہ پر یوں کھڑی تھی جیسے یہ ملاقات کبھی ہوئی ہی نہ ہو۔ ماہِ کامل کی وہ آخری جتاتی ہنسی ابھی بھی دریودار میں گونج رہی تھی۔ جب نگار نے ہاتھوں کو جدا کیا تو ہتھیلی پر واضح ناخنوں کے نشان بن چکے تھے۔

"کاش وہ اپنی بہن بدل سکتی۔"

★★★★

اگلی قسط جلد انشاء اللہ

www.novelsclubb.com